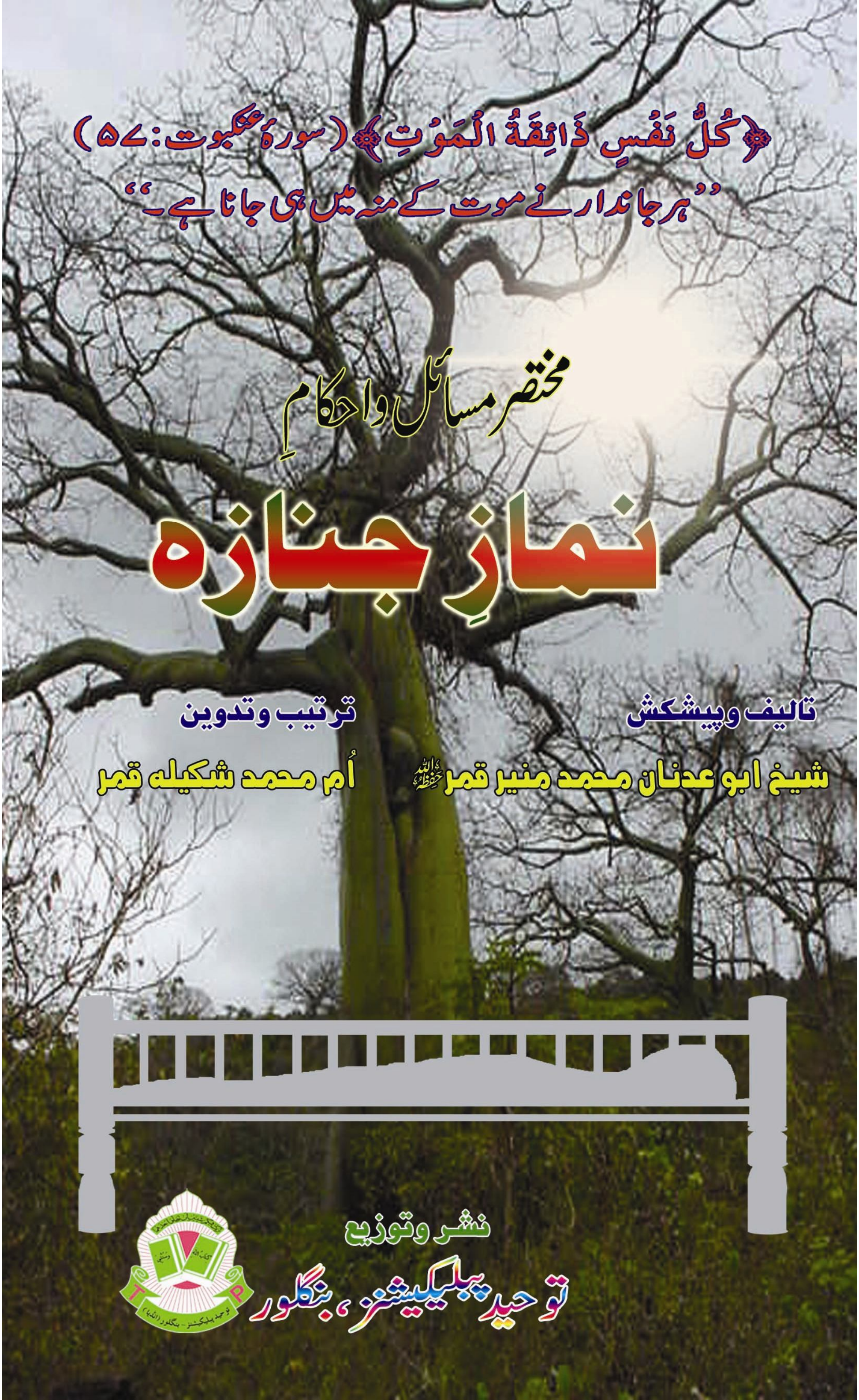

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (سورۂ عنکبوت:۵۷)

''ہر جاندار نے موت کے منہ میں ہی جانا ہے۔''

مختصر مسائل واحکامِ

نمازِ جنازہ

تالیف وپیشکش

شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترتیب وتدوین

اُم محمد شکیلہ قمر

نشر وتوزیع

توحید پبلیکیشنز، بنگلور

www.mohammedmunirqamar.com

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (سورۂ عنکبوت: ۵۷)
''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے''۔

مختصر مسائل واحکام

نمازِ جنازہ

تالیف وپیشکش
شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترتیب وتدوین
اُم محمد شکیلہ قمر

نشر وتوزیع
توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

www.mohammedmunirqamar.com

حقوقِ اشاعت بحقِ مؤلّف محفوظ ھیں

❖ نامِ کتاب — مختصر مسائل واحکامِ **نمازِ جنازہ**
❖ تالیف و پیشکش — شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین
❖ ترتیب وتدوین — ام محمد شکیلہ قمر
❖ کمپوزنگ — زاہد محمود و شاہد ستار (الخبر)
❖ طبع اول — ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء
❖ تعداد — ۲۰۰۰
❖ ناشر — توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

❁ ھندوستان میں ملنے کے پتے ❁

1-Tawheed Publications,
S.R.K.Garden,Phone# 26650618
BANGALORE-560 041
2-Charminar Book Center
Charminar Road,Shivaji Nagar,
BANGALORE-560 051
3.Darul Taueyah
Islamic Cassettes,Cds & Books
House,Door# 7,Ist Cross
Charminar Masjid Road
SivajiNagar Bangalore-560 051
Tel:080-25549804
4-Tel:2492129,Mysore.

ایس.آر.کے.گارڈن
فون:۲۶۶۵۰۶۱۸، بنگلور۔۰۴۱ ۵۶۰
2-چارمینار بک سنٹر
چارمینار روڈ، شیواجی نگر، بنگلور۔۰۵۱ ۵۶۰
3-دار التوعية
اسلامی سی۔ڈیز، کیسیٹس اور بک ہاؤس۔
نمبر:۷، فرسٹ کراس، چارمینار مسجد روڈ
فون:۰۸۰۔۲۵۵۴۹۸۰۴
شیواجی نگر، بنگلور۔۵۶۰۰۵۱
4- میسور، فون:۲۴۹۲۱۲۹

Emailto:tawheed_pbs@hotmail.com

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

آئینہ مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
آئینہ مضامین	3
ابتدائیہ	5
مسائل واحکام نمازِ جنازہ	7
ذکرِ موت، فکرِ آخرت	7
نوحہ خوانی اور سوگ وماتم	9
احکام الجنائز کی وسعت	17
مریض کی ذمہ داریاں	18
حسنِ خاتمہ کی علامات ونشانیاں	20
خودکشی کی موت	25
خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ؟	26
لا الٰہ الا اللہ کی تلقین	27
تجہیز وتکفین اور جنازہ وتدفین میں جلدی کرنا	28
میّت کو غسل دینا	30
شہید کا حکم	30
غسلِ میّت کا حقدار	31
بچے کی میّت کو غسل دینا	32
غسلِ میّت یا صرف تیمم؟	33
بیوی کا خاوند کو اور خاوند کا بیوی کو غسل دینا	34
بیوی کے اپنے شوہر کو غسل دینے کے دلائلِ جواز	34
شوہر کے اپنی بیوی کو غسل دینے کے دلائلِ جواز	35
مانعین کے دلائل اور انکا جائزہ	37
غیر معروف لاش یا چند ٹکڑوں کا حکم	39
غسلِ میّت اور ہماری حالت	40
غسلِ میّت کا مسنون طریقہ	41
غسلِ میّت کے سلسلہ میں بعض فقہی تشریحات	42
مُحرم کا غسل	44
غسل دینے والے پر غسل کا استحباب	45
کفن کا کپڑا	46
سفید کپڑے کی فضیلت	47
مردے کے کفن کے کپڑے	47
عورت کے کفن کے کپڑے	48
بوقتِ مجبوری کم کپڑے	48
اپنا کفن خود تیار کر کے رکھ لینا	49
اپنی قبر کھود کر رکھ لینا	49
مُحرم کا کفن	50
شہید کا کفن	50
کفن کو خوشبو لگانا	51
کفن کو زمزم میں بھگونے کی رسم	51
کفن پر دعائیہ کلمات لکھنے کا رواج	52
راہداری؟	52
جنازے کو کندھا دینا	52
بلند آواز روتے ہوئے بخور اٹھائے چلنا	53

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

www.mohammedmunirqamar.com

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے چلنا	53	قراءت سرّی یا جہری	73
عورتوں کے لیۓ حکم	54	دیگر متفرق مسائلِ جنازہ	75
جنازہ کا حکم وطریقہ	54	نمازِ جنازہ غائبانہ	75
میدان، جنازہ گاہ یا مسجد میں جنازہ	55	نمازِ جنازہ کا حکم	77
تحریف کا ایک نمونہ	56	قبر پر نمازِ جنازہ	79
دو یا تین صفیں بنالینا	57	متعدد جنازوں کی ایک نماز	80
شرکاءِ جماعت کی تعداد وصف بندی	58	اوقاتِ ممانعتِ تدفین	80
امام کہاں کھڑا ہو؟	58	میّت کی دوسرے ملک منتقلی	80
تکبیراتِ جنازہ اور ہاتھ باندھنا	59	لحد یا شق؟	81
سورۃ الفاتحہ پڑھنا	60	بیوی کی تدفین میں شوہر کی شرکت	81
احناف ومالکیہ کا مسلک	63	میت کو قبر میں اتارنا	82
دوسری قراءت	63	قبر پر مٹی ڈالنا	82
درودِ شریف	64	قبر کی اونچائی	83
میّت کیلئے دعا	65	قبر پر آذان؟	84
پہلی دعاء	65	اہلِ میت کے گھر کھانا ونوحہ	85
دوسری دعاء	66	علماءِ احناف کے اقوال	86
تیسری دعاء	67	بعض دیگر بدعات۔ کتب فقۂ حنفیہ	
چوتھی دعاء	68	کی روشنی میں	87
پانچویں دعاء	68	قرآن خوانی	89
بچے کے جنازے کی دعاء	69	مقابر پر بدعات	89
سلام پھیرنا	69	مصادر ومراجع	93
جنازہ کے فوراً بعد دعاء کرنے کی رسم	70		
تدفین	70		
دعاء ثبات ومغفرت	70		
تکبیراتِ جنازہ کے ساتھ رفع الیدین	71		

صحیح دینی معلومات کے لئے ''**توحید پبلیکیشنز**'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.

اَمَّا بَعْدُ :

قارئینِ کرام !السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد:

متحدہ عرب امارات کے ریڈیوام القیوین کی اردوسروس سے دینی پروگرام پیش کرنے کا موقع ملااوراللہ کی توفیق وعنائت سے یہ پروگرام ’’دین ودنیا‘‘ چودہ سال تک مسلسل روزانہ نشر ہوتا رہا۔اس میں ہم نے اللہ کے فضل وکرم سے متعدد اسلامی موضوعات کوکافی شرح وبسط سے ساتھ نشر کیا جسکا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ طہارت ونماز سے متعلقہ مسائل واحکام کی تفصیلات چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں جن میں سے دوجلدیں چھپ چکی ہیں۔تیسری زیرِ طبع ہے اور چوتھی بھی تیار ہے۔اللہ تعالیٰ اس مکمل کتاب کی طباعت کی توفیق سےنوازے۔ آمین۔

انہی موضوعات ومتعلقاتِ نماز کے ضمن میں ہی یہ’’نمازِ جنازہ‘‘ بھی آتی ہے جو الگ سے مستقل کتابی شکل میں پیشِ خدمت ہے۔جسے ہماری دخترِ عزیز ام محمد شکیلہ قمر (الدمام) نے مرتب کیا ہے۔

اس کتاب میں نشر شدہ موضوع کے علاوہ کئی مفید اضافے بھی شامل ہیں اور اصل ریڈیو پروگرام آڈیو کیسٹ اور ایم۔پی 3 سی ڈیز (Cd's-MP3) کی شکل میں بھی دستیاب ہیں۔

صحیح دینی معلومات کے لئے’’**توحید پبلیکیشنز**‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کتاب کوشرفِ قبول سے نوازے، اسے ہمارے لیئے دنیا وآخرت کا توشہ بنائے، عزیزہ کومزید توفیقِ خیر سے نوازے، تمام قارئین کواس سے استفادے کوتوفیق بخشے اور اسکی طباعت واشاعت میں دامے درمے قدمے سخنے کسی بھی طرح حصہ لینے والے تمام احباب کوجزاء خیر سے نوازے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین	المحکمۃ الشرعیہ العامہ بالخبر
ترجمان سپریم کورٹ، الخبر ،	۱۳/۱/۱۴۲۷ھ
داعیہ متعاون مراکز دعوت وارشاد	۱۲/۲/۲۰۰۶ء
الدمام، الخبر ، الظہران (سعودی عرب)	

بسمہ اللہ الرحمٰن الرحیم

مسائل و احکامِ نمازِ جنازہ

ذکرِ موت، فکرِ آخرت:

ابتدائے آفرینش اور تخلیقِ آدم علیہ السلام سے لیکر موت و حیات کا یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا اور جو بھی جاندار اس دنیا میں آیا ہے اُسے اپنی حیاتِ مستعار مکمل کر کے ایک نہ ایک دن یہاں سے رخصت ہونا ہی ہوتا ہے، موت کا یہ جام اپنے کیئے ہوئے عملوں کے اعتبار سے چاہے کسی کے لیئے تلخ ہو یا شیریں بہرحال ہر کسی کو پینا ہی ہوتا ہے اور موت وہ اٹل حقیقت ہے جس سے کسی نیک و بد، شاہ و گدا اور غنی و فقیر کو مفرّ نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ کریم کے مختلف مقامات پر اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے، چنانچہ سورۂ آلِ عمران، آیت: ۱۸۵، سورۂ انبیاء، آیت: ۳۵ اور سورۂ عنکبوت، آیت: ۵۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾

''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے''۔

جب ہماری زندگی کی بس صرف یہی حقیقت ہے تو آج اِسکا، کل اُسکا اور پھر ایک دن اپنا بھی جنازہ اُٹھے گا اور اسکا اندازہ و مشاہدہ ہم آئے دن اپنی آنکھوں سے کرتے ہی رہتے ہیں مرنے والے کیلئے اسکے اعزّاء و اقارب کی طرف سے سب سے بڑا تحفہ اسکے جنازے میں شریک ہونا اور اسکے لیئے دعائے مغفرت کرنا ہوتا ہے۔ اب ذرہ وہ لوگ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں جنہیں دُعاء جنازہ ہی نہیں آتی، وہ اپنے کسی عزیز کو الوداعی تحفہ کیا دیں گے؟ سوائے اسکے کہ امام کے پیچھے ستون بن کر کھڑے ہوجائیں۔ وہ ٹسوے تو بہاتے ہیں اور ممکن ہے کہ کسی دنیوی مصلحت کے منقطع ہوجانے یا کسی خاص قرابت کی وجہ سے اسکی موت پر دُکھ بھی پہنچا ہو اور آنکھوں سے ٹپکنے والا پانی واقعی اشک ہائے غم ہو لیکن ذرا اس نقطے پر کچھ تو غور کیجیئے کہ

یہ اب اسکو دے کیا سکے گا؟ جبکہ اِس نے اس پہلو کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں دی تھی، گلستانِ رسول ﷺ کی کلیوں سے کبھی کچھ چنا ہی نہیں تھا کہ محبت وشفقت اور اُنس وقرابت کا ثبوت دینے والی دعاؤں کی کلیوں سے ہار بنا کر اپنے سے ہمیشہ کیلئے بچھڑ جانے والے اس عزیر کے گلے میں سجادے۔

ماں کی ممتا کے انمٹ نقوش تو اسکے دل پر ثبت ہیں لیکن اسکے دمِ واپسیں یہ اُسے کیا صلہ دے گا؟ باپ کی شفقت اُسے کبھی نہیں بھولے گی مگر اُسے جاتے وقت یہ کیا پیش کرے گا؟ بہن بھائی کی محبتیں اسے مدتوں یاد رہیں گی مگر اِس نے اُنہیں انکی محبتوں کا کیا صلہ دیا؟ میاں بیوی کا پیار انہیں عمر بھر تڑپائے گا مگر جب وہ ایک دوسرے سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہونے لگے تو ایک نے دوسرے کی عمر بھر کی چاہتوں کا کیا بھرم رکھا، ناز ونعمت سے پالے ہوئے بیٹے بیٹی کی وفات اسے زندگی سے بیزار کر گئی ہے مگر اس کی موت پر اس نے اسے کیا دے بھیجا، انتہائی قریبی تعلقِ خاطر والے احباب میں سے کسی کی جوانمرگی اِسے ادھ موا کر گئی ہے لیکن اسکی طرف سے آج وہ خالی ہاتھ ہی جا رہا ہے۔

اندازہ فرمائیں کہ یہ کتنا تلخ اور افسوس ناک پہلو ہے اور یہ بات کوئی افسانہ بھی نہیں بلکہ حقیقت ہے، یقین نہ آئے تو آج ہی سروے شروع کر دیں، اپنے اعزّاء او اقارب اور دوست واحباب سے رابطہ کریں اور ان سے دعاء جنازہ تو سن کر دیکھیں، حقیقت کھل کر سامنے آجائیگی کہ سَو میں سے کتنے لوگوں کو یہ دعاء یاد ہے۔ اور آپ کی سروے رپورٹ میں دُعاء یاد نہ کرنے والوں کی طرف سے جو بہانہ شہ سرخی کے ساتھ لکھا جا سکے گا وہ یقیناً صرف یہی ہوگا کہ جی! بات دراصل یہ ہے کہ چھوٹے ہوتے تھے تو ایک مرتبہ یہ دعاء یاد تو کی تھی مگر پھر بھول گئی ہے اور ویسے بھی اسکے استعمال کا موقع کبھی کبھار ہی آتا ہے اسلیئے بھی یاد نہیں رہ سکی۔ یہ بہانہ اور وہ بھی ایک مسلمان سے، یہ بہت بڑا المیہ ہے اور یہ اس بات کا آئینہ دار ہے کہ دوسروں کی تو کجا ہم

اپنی موت کو بھی بھول چکے ہیں، اوراس دنیا کی رنگینیوں میں کچھ اس طرح کھو گئے ہیں کہ اپنے خالق و مالک کی طرف پلٹ کر جانے کا بھی خیال نہیں آتا، بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ موت بھی ہمیں پوچھ کر اور ہماری مرضی کے مطابق آئے اور ربِ کائنات اپنے نظام کو بدل کر ہمارا انتظار کرے۔ بقولِ اقبال: ؎ انسان تو اللہ کو یہ کہنے پر تلا ہوا ہے کہ

کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

یہ انتہائی مادہ پرستانہ، غافلانہ بلکہ جاہلانہ اور خطرناک ذہن ہے جو کسی مسلمان کو بہرحال زیب نہیں دیتا لہٰذا ذکرِ موت اور فکرِ آخرت سے اتنا بھی غافل نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ بقولِ شاعر ع

اَلْمَوْتُ كَأْسٌ كُلُّ شَارِبُوْهَا

''موت ایک پیالہ ہے جو ہر کسی نے ہی پینا ہے۔''

نوحہ خوانی اور سوگ و ماتم:

موت شہید کی ہو یا عام مرگ، موت بہرحال موت ہی ہے جو پسماندگان اور عزیز و اقارب کیلئے صدمہ اور دُکھ کا باعث بنتی ہے، اور کون نہیں جانتا کہ یہ زندگی خوشی وغم اور شادی و مرگ سے عبارت ہے۔ موت وحیات کا نظام کائنات کا ایک جزء ہے اور ہر ذی رُوح کی موت کا وقت مقرر ہے جس سے کسی کو مفرّ نہیں، برگزیدگانِ الٰہ پیغمبر علیہم السلام ہوں، ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم یا دیگر اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم ہوں، موت کا جام ہر کسی کیلئے مقرر ہے، دشمنانِ دین ہوں، اپنے آپ کو ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ کہلوانے والے صاحبِ جبرُوت وسطوت ہوں، شاہ ہوں یا گدا، امیر ہوں یا فقیر، موت بہرحال سب کا مقدر ہے، کیونکہ سورۂ آلِ عمران آیت: ۱۸۵، سورۂ انبیاء آیت: ۳۵، اور سورۂ عنکبوت، آیت: ۵۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے''۔

اسی قانونِ الٰہی کے تحت جب کسی کو موت آجائے تو ایسے موقعہ پر فطرتی اَمر ہے کہ پسماندگان کو صدمہ اور دُکھ تو پہنچے گا، مگر اس کے اظہار کی کہاں تک اور کس طرح گنجائش ہے، اس سلسلہ میں بھی شریعتِ اسلامیہ میں واضح ہدایات موجود ہیں، چنانچہ سورۂ بقرہ، آیت:۱۵۶ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر صبر و ہمّت سے کام لینے کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۵۵ تا ۱۵۶)

''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں جو مصیبت کے وقت یہ کہتے ہیں کہ ہم سب اللہ کیلئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت ہے، اور یہی لوگ (آخرت میں) کامیابی پانے والے ہیں''۔

مصیبت آجائے، دل دُکھوں سے بھر جائے اور صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک پڑے تو دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیئے رونا اور آنسو بہانا بھی جائز ہے، کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں ایسے کئی مواقع پر خود نبیٔ رحمت ﷺ کا آنسو بہانا ثابت ہے، جیسا کہ بخاری و مسلم میں آپ ﷺ کا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر (1) بخاری و مسلم اور ابوداوٗد میں اپنی بیٹی کی ایک لختِ جگر (امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہما) پر (2) اور بخاری و مسلم اور ابوداوٗد میں خود اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر آنسو بہانا ثابت ہے۔ (3) بشرطیکہ رونے اور آنسو بہانے کے ساتھ زبان نہ چلائی جائے،

(1) صحیح بخاری ۱۳۰۴، مسلم مع النووی ۳/۶/۲۲۶

(2) صحیح بخاری (۱۲۸۴)، مسلم مع نووی ۳/۶/۲۲۴، صحیح ابی داوٗد (۲۶۸۰)

(3) صحیح بخاری (۱۳۰۳)، ۳/۲۰۶، مسلم مع نووی ۸/۱۵/۷۵، صحیح ابی داوٗد (۲۶۸۱) ریاض الصالحین بتحقیق الارناؤوط ص: ۳۸۸-۳۸۹

www.mohammedmunirqamar.com

مرنے والے کی صفات اوراس کی موت کی وجہ سے پیش آنے والے مصائب کا ذکر نہ چھیڑا جائے، کیونکہ بخاری و مسلم اورابوداؤد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰکِنْ یُعَذِّبُ بِھٰذَا أَوْ یَرْحَمُ(وَأَشَارَ اِلٰی لِسَانِہٖ)) (4)

''اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہانے اور دل کے حُزن وغم پر عذاب نہیں کرے گا،البتہ اس کے عذاب دینے یا رحم فرمانے کا تعلق اِس سے ہے، اور یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔''

اسلام میں مقام و مرتبۂ شہادت اور شہادت یا طبعی موت مرنے والوں کے پسماندگان کے صبر و ہمت کرنے اور ایسے مواقع پر آنسُو بہانے کے جواز کی طرف اشارہ تو ہو چکا ہے، اور آنسُو بہانے کے ساتھ اس شرط کا بھی ذکر ہو چکا ہے کہ اس کے ساتھ زبان سے بَین و نوحہ خوانی، واویلا اور واہی تباہی جائز نہیں، کیونکہ نوحہ خوانی آگے جانے والے کے ساتھ خیر خواہی نہیں بلکہ نادانستہ دشمنی کے مترادف ہے، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی و نسائی میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اَلْمَیِّتُ یُعَذَّبُ فِی قَبْرِہٖ بِمَا نِیحَ عَلَیْہِ)) (5)

''میت کو اپنے پسماندگان کی نوحہ خوانی کے سبب قبر میں عذاب ہوتا ہے''۔

اس حدیث شریف کا مفہوم بظاہر سورۂ انعام کی آیت: ۱۶۴، سورۂ اسراء، آیت: ۱۵، سورۂ فاطر، آیت: ۱۸، سُورۂ زمر، آیت: ۷ اور سورۂ نجم کی آیت ۳۸ کے معارض ہے جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

---

(4) بخاری مع الفتح (۱۳۰۴) ۲۰۹/۳، صحیح مسلم مع نووی ۲۲۶/۶/۳، صحیح ابی داؤد (۲۶۸۱)

(5) صحیح بخاری ۱۲۹۲، ۱۹۱/۳، مسلم مع نووی ۲۲۹/۶/۳، صحیح الترمذی ۸۰۰، صحیح نسائی ۱۷۴۹، ابن ماجہ (۱۵۹۴) ریاض الصالحین ص: ۶۳۳

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

www.mohammedmunirqamar.com

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾

''اور کسی کے گناہ کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اُٹھائے گا''۔

تاہم اہلِ علم نے اس تعارض کو دُور کرنے کیلیئے کئی آراء ذکر کی ہیں جن میں سے یہ بھی ہے کہ آگے جانے والا اگر پسماندگان کو بَین و نوحہ کرنے کی وصیّت کر کے جائے اور وہ اس پر عمل کر گزریں تو اُسے اُن کے نوحہ کی وجہ سے عذاب دیا جائیگا۔ اور بعض نے اس حدیث میں مذکور لفظ ''عذاب'' کا مفہوم ''احساسِ الم'' بیان کیا ہے، جبکہ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ کچھ بھی ہو، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ (صحیح احادیث میں) رسولُ اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ پسماندگان کے بَین کرنے سے میّت کو عذاب ہوتا ہے:

((فَسَمِعْنَا وَاَطَعْنَا))

''پس ہم نے آپ ﷺ کا ارشاد سُنا اور اطاعت کی''۔

اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں کہتے۔ (6)

بعض لوگ اور خصوصاً خواتین غم کے موقعوں پر صبر کا دامن چھوڑ دیتی ہیں اور جائز رونے اور آنسو بہانے کے ساتھ ساتھ ہی نوحہ خوانی بھی شروع کر دیتی ہیں کہ رونے کے ساتھ ساتھ مرنے والے کی صفات اور اس کی موت کی وجہ سے پیش آمدہ مصائب کی گنتی شُروع ہو جاتی ہے، اور ایک راگ کے ساتھ بَین کیئے جاتے ہیں۔ اس نوحہ خوانی سے نبی ﷺ نے سختی سے منع کیا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم اور ابوداؤد و نسائی میں حضرت اُمِّ عَطِیہّ رضی اللہ عنہا سے مَروی ہے:

((أَخَذَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ. عِنْدَ الْبَیْعِةِ اَنْ لَا نُنُوحَ)) (7)

''ہم سے بیعت لیتے وقت نبی ﷺ نے یہ عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ خوانی نہیں کریں گی''۔

(6) للتفصیل الفتح الربانی ۷/۱۲۶-۱۲۹

(7) صحیح بخاری (۱۳۰۶)، مسلم مع نووی (۲۲۷/۶/۳)، صحیح ابی داؤد (۲۶۸۲)، صحیح النسائی (۳۸۹۶) ریاض الصالحین ص: ۶۳۴

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

جبکہ صحیح مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اِثْنَتَانِ فِی النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ، اَلطَّعْنُ فِی النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ))(8)

’’لوگوں میں دو باتیں ایسی ہیں جن کا ارتکاب کفر ہے: کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میّت پر نوحہ خوانی کرنا۔‘‘

جو لوگ کسی کی مرگ پر جوشِ غم میں ہوش کھو دیتے ہیں اور بَین و نوحہ خوانی کے ساتھ ساتھ سَر کے بالوں کو بکھیرنا اور نوچنا، رُخساروں کو پیٹنا، سینہ کوبی و ماتم کرنا اور کپڑے پھاڑنا شروع کر دیتے ہیں، ایسے افعال کا ارتکاب کرنے والوں کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی و نسائی میں اِرشادِ نبوی ﷺ ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))(9)

’’جو اپنے رخساروں کو پیٹے، کپڑے پھاڑے اور زمانۂ جاہلیت کی طرح نوحہ خوانی کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے‘‘۔

بخاری و مسلم اور ابوداؤد و نسائی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَرِیْءٌ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَةِ))(10)

’’بے شک رسول اللہ ﷺ نے بَین کرنے، سَر کے بال بکھیرنے اور مونڈنے

(8) مختصر مسلم للمنذری تحقیق البانی ۵۵، الایمان، ریاض الصالحین ص: ۶۳۶

(9) بخاری ۳/ ۱۳۳، ۱۲۹۴، مسلم ۱۰۳، ترمذی: ۹۹۹، صحیح نسائی: ۱۷۵۴، ابن ماجہ: ۱۵۸۴ او ریاض الصالحین: ۶۳۳

(10) بخاری ۳/ ۱۳۱۔۱۳۲ تعلیقاً، مسلم، کتاب الایمان: ۱۰۴، صحیح ابی داؤد: ۲۶۸۴، صحیح النسائی: ۱۷۵۷، ابن ماجہ: ۱۵۸۶

www.mohammedmunirqamar.com

اور کپڑے پھاڑنے والی عورتوں سے براءت کا اظہار فرمایا ہے‘‘۔

ابوداؤد میں ہے کہ نبی ﷺ نے یہ عہد لیا تھا:

((اَنْ لَّا نَخْمِشَ وَجْهاً وَلَا نَدْعُوْ وَيْلًا وَلَا نَشُقَّ جَيْباً وَلَا نَنْشُرَ شَعْراً))(11)

’’(کہ) مصیبت میں نہ ہم مُنہ نوچیں گی، نہ واویلا کریں گی، نہ کپڑے پھاڑیں گی، اور نہ بال بکھیریں گی‘‘۔

عورتیں چونکہ مَردوں کی نسبت کمزور طبع واقع ہوئی ہیں اور اُن سے ایسے امور کا صدور ممکن ہونے کی بناء پر آپ ﷺ نے ان سے یہ عہد لیئے اور اگر اس کے باوجود بھی کوئی عورت فرمانِ نبوی ﷺ کی نافرمانی کرے تو ایسی عورت کے بارے میں صحیح مسلم، ابن ماجہ، مسند احمد اور بیہقی میں اِرشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قِطْرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ)) (12)

’’نوحہ خوانی کرنے والی عورت اگر توبہ کیئے بغیر مرگئی تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں اٹھائی جائے گی کہ آتش گیر مادے (چقماق) کی قمیض پہنے ہوگی اور اسے خارش کی ذرع پہنائی جائے گی‘‘۔(13)

(11) صحیح ابی داؤد (۲۶۸۵)، ریاض الصالحین ص: ۶۳۵

(12) مسلم مع نووی ۳/۶/۲۳۵، ۲۳۶، ابن ماجہ: ۱۵۸۱۔۱۵۸۲، ۱۹۵۲، مسند احمد ۵/۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ریاض الصالحین ص: ۶۳۵، الصحیحہ ۴/۴۹۵

(13) صرف بَین و نوحہ خوانی ہی ناجائز نہیں، بلکہ اس کا سُننا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ ابوداؤد، مسند احمد، بیہقی، بزار اور طبرانی میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: (لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ .... النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ) (الفتح الربانی ۷/۱۳۔۱۲) ’’نبی ﷺ نے نوحہ خوانی کرنے اور سننے والی پر لعنت فرمائی ہے۔‘‘ تاہم یہ حدیث ضعیف ہے، تفصیل کیلئے تخریج صلوۃ الرسول رقم ۶۳۰۔

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

www.mohammedmunirqamar.com

اور مسند احمد میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((ثُمَّ یُعْلٰی عَلَیْهَا دِرْعٌ مِنْ لَهَبِ النَّارِ))(14)

''(کہ) پھر اس آتش گیر مادے کے اُوپر آگ کے شعلے کی ذرع ہوگی''۔

شریعتِ اسلامیہ ہر معاملہ میں چونکہ اعتدال پسند ہے، اس میں نہ خوشی کے مواقع پر حدِّ اعتدال پھلانگنا جائز ہے اور نہ ہی مرگ کا سوگ منانے پر لگائی گئی حدود اور پابندیاں توڑنا روا ہے۔ ایسے مواقع پر عورت کی طبیعت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسلام نے اس کے لیۓ شوہر کے سوا ہر عزیز کی مرگ کا صرف تین دن سوگ منانا جائز رکھا ہے، البتہ اگر کسی کے شوہر کی مرگ ہوجائے تو اس عورت کو چار ماہ اور دس دن تک سوگ منانے کی اجازت ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۴ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً یَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾

''تم میں سے جو لوگ فوت ہوجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس (دن) عدت میں رکھیں۔''

اور یہ سوگ یا عدّت مدخولہ، غیر مدخولہ، جوان اور بوڑھی ہر عورت کے لیۓ ہے سوائے حاملہ کے کیونکہ اسکی عدّت وسوگ کا زمانہ وضع حمل تک ہے۔ چنانچہ سورۃ الطلاق، آیت: ۴ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿....وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

''حاملہ عورتوں کی عدّت ان کا وضع حمل ہے۔''

(14) مسند احمد ۳۴۲/۵۔۳۴۳۔۳۴۴، بحوالہ الصحیحہ ۵۹۵/۴، ابن ماجہ (۱۵۸۲) لیکن یہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

ان ایّام میں وہ زیب وزینت نہ کرے، نہ زیورات اور ریشمی کپڑے پہنے، اور نہ ہی خوشبو، مہندی اور سرمہ وغیرہ لگائے کیونکہ صحیح بخاری ومسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((لَایَحِدُّ الْمَرْأَۃُ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّاعَلٰی زَوْجٍ أَرْبَعَۃَ أَشْھُرٍ وَّعَشْراً،وَلَا تَلْبَسُ ثَوْباً مَصْبُوْغاً اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ،وَلَا تَکْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِیْباً اِلَّا اِذَا طَھُرَتْ نُبْذَۃً مِنْ قُسْطٍ أَوْاَظْفَارٍ))(15)

’’کوئی عورت تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے سوائے شوہر کی وفات کے، اُس پر چار ماہ دس دن سوگ مناسکتی ہے۔ وہ رنگین کپڑے نہ پہنے سوائے یمنی چادر کے، وہ نہ سرمہ لگائے اور نہ ہی خوشبو استعمال کرے سوائے اس دن کے جس دن وہ غسلِ حیض سے فارغ ہو تو عود وغیرہ کے بخور (یعنی دھوئیں) کا استعمال کرسکتی ہے‘‘۔

امام نوویؒ کے بقول یہ بھی کوئی خوشبو کی غرض سے نہیں بلکہ محض خون جاری رہنے سے پیدا ہونے والی بدبُو کو زائل کرنے کی غرض سے جائز ہے۔(16)

ابوداؤد اور نسائی میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((وَلَا تَخْتَضِبُ)) ’’اور وہ مہندی وخضاب بھی نہ لگائے‘‘۔

نسائی میں ارشادِ نبوی ﷺ کے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں:

((وَلَا تَمْتَشِطُ)) ’’اور وہ کنگھی بھی نہ کرے‘‘۔

یہ احکام صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہیں اور وہ بھی عام عزیزوں کی نسبت صرف تین دن اور شوہر کیلئے چار ماہ دس دن یا وضع حمل تک، اور مَردوں کیلئے ان امور میں سے کوئی

(15) بخاری (۴۲۔۴۳۔۵۴۳) ۹/۴۰۱۔۴۰۲، مسلم مع نووی ۵/۱۰/۱۱۸، صحیح ابی داؤد ۱۸۔۱۹۔۲۰، صحیح نسائی (۳۳۰۸و۳۳۱۰)، ابن ماجہ (۲۰۸۷)، الفتح الربانی ۷/۱۵۰

(16) مسلم مع نووی ۵/۱۰/۶۱۹

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

ایک بھی ایک دن کے لیئے بھی جائز نہیں سوائے دل کے غم اور آنکھوں کے آنسوؤں کے۔

اس ارشادِ نبوی ﷺ کے پیشِ نظر بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ جو چودہ سو سال پہلے واقع ہونے والی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موتِ شہادت پر سوگ منا رہے ہیں، وہ تعلیماتِ اسلام کے سراسر منافی فعل کا ارتکاب کرتے ہیں، جس کا کسی بھی طرح کوئی جواز نہیں بنتا ہے۔

احکام الجنائز کی وسعت:

کتبِ حدیث وفقہ میں ''احکام الجنائز'' یعنی ''جنازے کے مسائل'' کے عنوان سے جو حصّے مخصوص کیئے گئے ہیں ان میں صرف نمازِ جنازہ کے مسائل ہی نہیں ہوتے بلکہ ان میں مرض و بیماری، علاج معالجہ اور بیمار کی عیادت کے فضائل واحکام، موت اور میت کے ساتھ تعلق رکھنے والے مسائل، غسلِ میت اور تکفین کے مسائل، جنازہ اُٹھانے اور اسکے ساتھ چلنے کے مسائل، نمازِ جنازہ کے احکام، تدفین اور قبر کے بارے میں مسائل اور تعزیت وزیارتِ قبور کے شرعی احکام ومسائل بھی بیان کیئے گئے ہیں اور پھر ان ابواب میں سے ہر باب کے ذیل میں درجنوں امور کا تذکرہ کیا گیا ہے اور شروحِ حدیث وکتبِ فقہ میں ہر مسئلہ کے بارے میں شرعی حکم بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان امور کی تردید بھی کی گئی ہے جو کہ شریعت میں تو ثابت نہیں بلکہ لوگوں نے اپنی ہوائے نفس اور ذاتی اغراض ومقاصد کیلئے انہیں دین میں داخل کر رکھا ہے اور ان میں سے بعض امور ایسے بھی ہوتے ہیں جو اگر سراسر خانہ ساز اور جعلی ومن گھڑت نہیں ہوتے تو کم از کم کسی صحیح ارشادِ نبوی ﷺ سے انکا پتہ نہیں ملتا اور جن روایات کے سہارے ان کی عمارت قائم کی جاتی ہے محدّثین کرام اور ماہرین علمِ حدیث کے یہاں وہ موضوع یا ضعیف ہوتی ہیں جن سے استدلال اہلِ علم کے نزدیک روا نہیں ہوتا، ایسے تمام امور بدعات میں شمار کیئے جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اپنے اس مختصر سے رسالہ میں مذکورہ تمام عنوانات، انکے ذیلی مسائل

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اور متعلقہ بدعات کا یکے بعد دیگرے ذکر کرنے لگیں تو اسکے لیئے ایک بڑا دفتر درکار ہوگا، لہذا یہاں ہم انتہائی اختصار کے ساتھ صرف بعض اہم وضروری مسائل ہی آپ کے سامنے رکھنے پر اکتفاء کرینگے۔

مریض کی ذمہ داریاں:

① بیماریاں اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں لہٰذا مریض کو جزع فزع، چیخ وپکار اور بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ وہ صبر وشکیب سے کام لیتے ہوئے اللہ سے اجر وثواب اور صحت و عافیت کا امیدوار رہے۔ یہ بیماری اسکی آزمائش وامتحان کے ساتھ ساتھ اسکے گناہوں کا کفّارہ اور اسکے لیئے خیر ہی خیر ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم، بیہقی اور مسند احمد میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((عَجَباً لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَالِکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْراً لَهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْراً لَهٗ)) (17)

② ہر شخص کو عموماً اور بیمار کو خصوصاً اللہ کے عذاب سے ڈرتے اور اسکی رحمتوں کا امیدوار رہنا چاہیئے کیونکہ ترمذی وابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک نوجوان کی عیادت فرمائی جو کہ قریب الموت تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! مجھے اللہ سے (خیر کی) امید ہے اور میں اپنے گناہوں پر ڈر بھی رہا ہوں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَجْتَمِعَانِ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ فِیْ مِثْلِ هَذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَايَرْجُو وَاَمَّنَهٗ مِمَّا يَخَافُ)) (18)

---

(17) مختصر مسلم: ۲۰۹۲، بیہقی، مسند احمد۔ صحیح الجامع الصغیر: ۳۹۸۰

(18) ترمذی، ابن ماجہ، صحیح الترغیب ۳/۳۲۲

’’ایسے موقع پر بندۂ مؤمن کے دل میں جو بھی امید پیدا ہو اللہ اسے وہ عطا فرماتا ہے اور جس چیز سے وہ ڈرے اللہ اسے اس سے محفوظ رکھتا ہے۔‘‘

③ بیمار کی بیماری چاہے کتنی بھی شدید کیوں نہ ہو جائے اسے موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ نبی ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیماری کی حالت میں موت کی تمنا کی تو نبی ﷺ نے انہیں منع فرما دیا اور ایسی حالت میں اگر کچھ کہنا ہی ہو تو یہ دعاء کریں:

((اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ))(19)

’’اے اللہ! جب تک میرے لیئے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیئے موت بہتر ہو جائے تو مجھے فوت کر دینا۔‘‘

④ اگر اسکے ذمے لوگوں کے حقوق اور قرضہ وغیرہ ہو تو حسبِ استطاعت وہ ادا کر دے یا پھر اپنے گھر والوں کو اسکے بارے میں تاکید کر دے کیونکہ یہ حقوق العباد ہیں اور یہ کسی بھی صورت معاف نہیں جب تک کہ وہ ادا نہ کیئے جائیں یا پھر خود حقوق والے معاف نہ کر دیں بصورتِ دیگر قیامت کے دن بھی یہ ادا کرنے ہی پڑیں گے اور ظاہر ہے اس وقت نہ کسی کے پاس درہم و دینار ہونگے نہ کوئی دوسرا ذریعۂ ادائیگی، اس وقت معاملہ سب نیکیوں اور برائیوں سے ہی نمٹایا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب میں وارد بعض صحیح احادیث سے پتہ چلتا ہے۔(20)

⑤ اگر اسکے پاس کوئی مال وغیرہ ہو تو اسے چاہیئے کہ وارثوں کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں اور دینی اداروں کیلیئے اپنے مال سے وصیت کر جائے جو ایک تہائی (1/3) سے زیادہ نہیں ہونی چاہیئے

(19) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم ۱/۳۳۹، بیہقی ۳/۳۷۷، صحیح الترغیب ۴/۳۱۵

(20) بخاری، مسلم، بیہقی ۳/۳۶۹ مستدرک حاکم ۲/۲۷، مسند احمد ۲/۷۰-۸۲، صحیح الجامع: ۸۷، ۶۵۱۱، ۶۵۴۶

کیونکہ اس سے زیادہ کی وصیت کرنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے بلکہ اس سے بھی کچھ کم ہی رہے تو اچھا ہے جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی احادیث سے پتہ چلتا ہے۔اور وارثوں کیلئے تو وصیت کرنا جائز ہی نہیں ہے۔ (21)

تاہم بعض لوگ مکانوں اور دکانوں کی وصیت کسی وارث (بیوی وغیرہ) کیلئے کر جاتے ہیں اور مرتے مرتے اس ظلم کا ارتکاب اور دوسرے ورثاء کو محروم کرنا پس ماندگان کی ناراضگی کے علاوہ اسکی آخرت کو بھی برباد کر دیتا ہے۔اسی طرح مرگ و مقابر پر اپنائی جانے والی تمام بدعات (ماتم و نوحہ خوانی،قل،ساتے،دسویں،چہلم،عرس اور پختہ قبروں) سے اپنے وارثوں کو منع کر جائے۔

حسنِ خاتمہ کی علامات ونشانیاں:

نبی اکرم ﷺ نے بعض علامات ونشانیاں مقرر فرمائی ہیں جن سے کسی کے حسنِ خاتمہ کی دلیل لی جاسکتی ہے جن میں سے اختصار کے ساتھ ہم بعض امور ذکر کر دیتے ہیں اور جسے تفصیل مطلوب ہو وہ علّامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''احکام الجنائز وبدعہا'' کا مطالعہ کرے جو اپنے موضوع کی انتہائی جامع ومانع کتاب ہے:

① مرتے وقت کسی کی زبان سے کلمہ (لاَ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ) جاری ہو جائے تو نبی ﷺ نے اسے جنت کی بشارت دی ہے۔ (22)

جبکہ ایک حدیث میں ہے کہ اگر وفات کے وقت کسی کی زبان سے یہ کلمہ نکل جائے تو اسکے چہرے کا رنگ کھل جاتا اور چمک اٹھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکی تکلیف کو ختم کر دیتا ہے۔ (23)

(21) دیکھئے: البقرہ: ۱۸۰،بخاری،مختصر مسلم: ۹۸۲،سنن اربعہ،مؤطا امام مالک،بیہقی ۶/ ۲۶۹،مسند احمد ۱۵۲۴،۲۰۲۹،۲۰۷۶،صحیح الجامع: ۵۶۱۵،مجمع الزوائد: ۴/ ۲۱۲
(22) صحیح ابن حبان: ۷۱۹۔الموارد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ،مستدرک حاکم ۱/ ۳۵۰۔۳۵۱
(23) مسند احمد: ۱۳۸۴،ابن حبان: ۲،مستدرک حاکم ۱/ ۳۵۰۔۳۵۱

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

② وفات کے وقت اگر کسی کی پیشانی پر پسینہ ہو تو اسے نبی ﷺ نے ''مؤمن کی موت'' قرار دیا ہے۔(24)

③ جمعہ کی رات یا دن کو وفات پانے والے مسلمان کو نبی ﷺ نے فتنۂ قبر سے حفاظت کی خوشخبری سنائی ہے۔(25)

④ میدانِ جنگ میں جامِ شہادت نوش کرنے والوں کے مقام و مرتبہ کا تذکرہ تو قرآنِ کریم میں بھی آیا ہے:

''(۱) انہیں مردہ نہ کہو۔(۲) وہ اللہ کے یہاں رزق دیئے جاتے ہے۔(۳) اللہ کے فضل پر خوش ہوتے ہیں۔(۴) انہیں کوئی خوف ہے نہ ہی کوئی حزن وملال۔(۵) وہ اللہ کی نعمتوں اور اسکے فضل سے مالا مال ہوتے ہیں۔''(26)

اسی طرح ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

(۱) خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اللہ اسے بخش دیتا ہے اور وہ جنّت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے۔(۲) وہ عذابِ قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔(۳) وہ سب سے بڑے خوف و ہول سے محفوظ ہو جاتا ہے۔(۴) اسے ایمان کا زیور پہنا دیا جاتا ہے۔(۵) اسے حوار العین عطا کردی جاتی ہیں۔(۶) وہ اپنے رشتہ داروں میں سے سَتّر لوگوں کی سفارش کرے گا۔''(27)

جبکہ ایک حدیث میں ہے کہ مؤمنوں میں سے صرف شہید ہی وہ شخص ہے جو فتنۂ قبر

---

(24) مسند امام احمد ۵/۳۵۷، ۳۶۰، ابن حبان: ۷۳۰، مستدرک حاکم ۱/۳۶۱، طیالسی: ۸۰۸ معجم طبرانی کبیر واوسط کمافی مجمع الزوائد ۲/۳۲۵

(25) مسند احمد: ۶۵۸۲۔۶۶۴۶، ترمذی ولہٗ شواہد

(26) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۵۴، سورۃ آل عمران، آیت: ۱۶۹

(27) ترمذی ۳/۱۷۱، ابن ماجہ ۲/۱۸۴، مسند احمد ۴/۱۳۱، ۲۲۰

سے دوچار نہیں کیا جائے گا۔ (28)

⑤ اللہ کی راہ، میدانِ جہاد میں شہادت پانے والے کے علاوہ اللہ کی راہ میں طبعی موت مر جانے والے کو بھی شہید مانا گیا ہے۔ اسی حدیث میں پیٹ کی بیماری اور پانی میں ڈوب کر مر جانے والے کو بھی نبی ﷺ نے شہید قرار دیا ہے۔ (29)

ایسے ہی جسے اسکا اونٹ یا گھوڑا گرادے، جسے کوئی زہریلا کیڑا یا جانور ڈنگ مار دے اور اللہ کی راہ میں نکلنے کے بعد وہ چاہے چارپائی پر کسی بھی طرح وفات پا جائے وہ شہید ہے اور اسکے لیئے جنت ہے۔ (30)

⑥ طاعون (پلیگ) کی بیماری میں مبتلا ہو کر مرنے کو نبی ﷺ نے شہادت کی موت قرار دیا ہے۔ (31)

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے طاعون کو پہلے لوگوں کیلیئے عذاب مگر اہلِ ایمان کیلیئے رحمت قرار دیا ہے اور اس پر صبر کر کے پڑے رہنے والے کو شہید جتنے اجر وثواب کی بشارت دی ہے۔ (32)

⑦ پیٹ کی کسی بیماری میں مبتلا ہو کر مرنے والے کو نبی ﷺ نے شہید شمار فرمایا ہے۔ (33)

اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پیٹ کی بیماری کے نتیجہ میں فوت ہو جائے اسے قبر کا عذاب نہیں ہوگا۔ (34)

---

(28) نسائی ۱/۲۸۹

(29) صحیح مسلم ۶/۵۱، مسند احمد ۲/۵۲۲، مستدرک حاکم ۲/۱۰۹ و بیہقی ۹/۱۶۶

(30) ابوداؤد ۱/۳۹۱، مستدرک حاکم ۲/۶۸، بیہقی ۹/۱۶۶

(31) بخاری ۱۰/۱۵۶۔۱۵۷، مسند احمد ۳/۱۵۰، ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۵۸، ۲۶۵، طیالسی: ۲۱۱۳

(32) بخاری ۱۰/۱۵۷۔۱۵۸، مسند احمد ۶/۶۴، ۱۴۵، ۲۵۲، بیہقی ۳/۳۷۶

(33) صحیح مسلم ۶/۵۱، مسند احمد ۲/۵۲۲

(34) ترمذی ۲/۱۶۰، نسائی ۱/۲۸۹، صحیح ابن حبان: ۷۲۸۔ الموارد، مسند احمد ۴/۲۶۲، طیالسی: ۱۲۸۸

⑧⑨ پانی میں ڈوب کر یا کسی چیز کے نیچے دب کر مر جانے والے کی موت کو شہارت کی موت بتایا گیا ہے۔(35)

⑩ عورت اپنے بچے کو جنم دیتے ہوئے یا ڈلیوری کے نتیجہ میں خونِ نفاس کے دوران ہی فوت ہو جائے تو اسکی موت کو بھی شہادت کی موت قرار دیا گیا ہے۔(36)

جبکہ ایک حدیث میں ہے کہ اسکا بچہ اسے اپنی ناف کی آنت سے کھینچ کر جنت کی طرف لے جائے گا۔(37)

⑪ ⑫ آگ سے جل کر یا نمونیہ کی بیماری میں مبتلا ہو کر مرنے والے کو بھی شہید شمار فرمایا گیا ہے۔(38)

⑬ سِل (پھیپھڑے کے زخم) میں مبتلا ہو کر مرنے والے کو بھی شہید ہی بتایا گیا ہے۔(39)

⑭ اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارے جانے والے شخص کو بھی نبی ﷺ نے شہیدوں میں سے گنوایا ہے۔(40) ایک حدیث میں ہے کہ مال کی حفاظت کے دوران غاصب وڈاکو کو اگر ماردیا تو وہ غاصب وڈاکو جہنم رسید ہوا۔(41)

---

(35) بخاری ۶/۳۳۔۳۴، مسلم ۶/۵۱۔ترمذی ۲/۱۵۹، مسند احمد ۲/۳۲۵، ۵۳۳

(36) نسائی ۲/۶۲۔۶۳، مسند احمد ۳/۲۸۹، ۴/۲۰۱، ۳۱۵، ۳۱۷، ۳۲۸، ۵/۳۲۳، ۶/۴۶۵، ۴۶۶، دارمی ۲/۲۰۸، طیالسی: ۵۸۲

(37) مسند احمد ۳/۲۸۹، طیالسی: ۵۸۲

(38) مؤطا امام مالک ۱/۲۳۲۔۲۳۳، ابوداؤد ۲/۲۶، نسائی ۱/۲۶۱، ابن ماجہ ۲/۱۸۵۔۱۸۶، ابن حبان: ۱۶۱۶، الموارد، مستدرک حاکم ۱/۳۵۲، مسند احمد ۴/۱۵۷، ۵/۴۴۶

(39) معجم طبرانی اوسط بحوالہ مجمع الزوائد ۲/۳۲۷، ۵/۳۰۱ ولہ شاھد فی مسند احمد ۴/۲۰۱، ۵/۳۲۳

(40) بخاری ۵/۹۳، مسلم ۱/۸۷، ابوداؤد ۲/۲۸۵، ترمذی ۲/۳۱۵، نسائی ۲/۱۷۳، ابن ماجہ ۲/۱۲۳، مسند احمد: ۶۸۱۶، ۶۸۲۳

(41) مسلم ۱/۸۷، نسائی ۲/۱۷۳، مسند احمد ۱/۳۳۹، ۳۶۰، ۵/۲۹۴۔۲۹۵

⑮⑯⑰ اپنے دین کا دفاع کرتے ہوئے یا اپنے ذاتی وجانی دفاع کے دوران مارا جانے والا شخص بھی حدیث کی رو سے شہید ہے۔اور جو شخص اپنے اہلِ وعیال کا دفاع کرتے ہوئے وفات پا جائے اسے بھی شہید ہی بتایا گیا ہے۔(42)

⑱ اللہ کی راہ میں ایک دن رات کا رباط وپہرے داری اور دشمن کی تاک میں مورچہ لگائے بیٹھے رہنا مہینہ بھر کے دنوں کے روزے اور راتوں کے قیام سے افضل ہے اور اگر وہ اسی دوران مارا گیا تو اسے اسکے اس عمل کا ثواب قیامت تک پہنچتا رہے گا اور وہ جانچنے والوں (فتنۂ منکر ونکیر) سے محفوظ رہے گا۔(43)

جبکہ معجم طبرانی کی اسی روایت میں یہ اضافی الفاظ بھی ہیں کہ وہ قیامت کے دن شہید اٹھایا جائے گا۔لیکن اسکی سند کے بعض راویوں کو امام ہیثمی نے غیر معروف قرار دیا ہے۔(44)
اگر چہ امام منذری نے اسکی سند پر سکوت اختیار کر کے اسکے قابلِ قبول ہونے کا اشارہ دیا ہے۔(45)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر شخص کا عمل اسکی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے سوائے اللہ کی راہ میں مورچہ لگائے بیٹھے ہونے کی حالت میں وفات پانے والے کے،اسے قیامت تک ثواب پہنچتا رہتا ہے اور وہ فتنۂ قبر سے بھی محفوظ رہتا ہے۔(46)

⑲ کسی نیک عمل پر وفات پا جانے والا بھی حسنِ خاتمہ والا شمار کیا گیا ہے کہ جس نے رضاءِ الٰہی کیلئے لا الٰہ الاّ اللہ کہا اور اسی پر اسکا خاتمہ ہوا وہ جنت میں گیا۔جس نے رضاءِ الٰہی کیلئے ایک دن کا روزہ رکھا اور اسی پر اسکا خاتمہ ہو گیا تو وہ بھی جنت میں گیا اور جس نے اللہ کی خوشنودی کیلئے صدقہ

(42) ابوداؤد ۲/ ۲۷۵، ترمذی ۲/ ۳۱۶، نسائی ۲/ ۳ /۱۷۴، مسند احمد: ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۲۷۸۰
(43) مسلم ۶/ ۵۱، ترمذی ۳/ ۱۸، نسائی ۲/ ۶۳۔مستدرک حاکم ۲/ ۸۰، مسند احمد ۵/ ۴۴۰۔۴۴۱
(44) مجمع الزوائد ۵/ ۲۹۰ (45) الترغیب والترھیب: ۲/ ۱۵۰
(46) ابوداؤد ۱/ ۳۹۱، ترمذی ۳/ ۲، مستدرک حاکم ۲/ ۱۴۴، مسند احمد ۶/ ۲۰

کیااوراسی پراسکی وفات ہوگئی تووہ بھی جنت میں داخل ہوگیا۔(47)

خودکشی کی موت:

بعض لوگ اپنی خانگی یا کاروباری پریشانیوں سے دل برداشتہ ہوکر زندگی سے فرار اختیار کرنے میں عافیت سمجھتے ہیں، اپنے معاملات کوسلجھانے اور دکھ میں صبر و ہمّت سے کام لینے کی بجائے وہ انتہائی بزدلانہ فیصلہ کر لیتے ہیں اور کوئی زہریلی چیز کھا کر، گولی چلا کر، پہاڑ سے گر کر، رسّی کے ساتھ لٹک کر، پانی میں ڈوب کراور تیل چھڑک کر یا اپنے آپ کوآگ کے حوالے کرکے خودکشی کی حرام موت مرجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ چلیئے جان تو چھوٹ جائے گی حالانکہ:

غم سے گھبرا کے کہتے ہیں کہ مرجائیں گے　　　مر کر بھی چین نہ ملا تو کدھر جائیں گے؟

خودکشی کی موت تواپنے آپ کومعمولی سی پریشانی سے نکال کرایک دردناک اور مسلسل عذاب میں مبتلا کرلینا ہے کیونکہ صحیح بخاری شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ عُذِّبَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ))(48)

’’جس نے لوہے کے کسی ٹکڑے کے ساتھ اپنے آپ کو ہلاک کیا اُسے جہنم کی آگ میں اُسی لوہے کے ٹکڑے کے ساتھ عذاب دیا جائے گا‘‘۔

بخاری شریف ہی کی ایک دوسری حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اَلَّذِيْ يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِيْ يَطْعَنُهَا يَطْعَنُهَا فِي النَّارِ))(49)

’’جوشخص اپنا گلا گھونٹ کرخودکشی کرتا ہے وہ جہنم کی آگ میں بھی اپنا گلا گھونٹے گا اور جوشخص اپنے جسم پر نیزہ وچُھرا مارتا ہے وہ جہنم کی آگ میں بھی اپنے

---

(47) مسند احمد ۵/۳۹۱　(48) بخاری مع الفتح ۳/۲۲۶　(49) بخاری مع الفتح ۳/۲۲۷

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

آپ کو نیزے چُھرے مارے گا‘‘۔

بخاری و مسلم کی ایک قدرے طویل حدیث میں زہر کھا کر اور پہاڑ سے گر کر خودکشی کرنے کا ذکر بھی آیا ہے اور اس حدیث کے آخر میں مسلم شریف کے الفاظ ہیں:

((فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّداً فِيُهَا أَبَداً))(50)

’’خودکشی کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ نارِ جہنم میں رہے گا‘‘۔

اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ اس سے مراد طویل مدت تک عذاب ہے اور اگر وہ اہلِ توحید میں سے ہو تو اپنی سزا کاٹ لینے پر آخر اُسے جہنم سے نکال ہی دیا جائیگا اور بعض شارحینِ حدیث کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص خودکشی کی موت کو حلال سمجھ کر خودکشی کرے تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا اور کافر ہمیشہ کیلئے جہنمی ہے۔(51)

بخاری شریف ہی کی ایک حدیثِ قدسی میں یہ بھی ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص زخمی تھا اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے خودکشی کر لی تو اللہ تعالیٰ نے (اسکی نسبت) ارشاد فرمایا:

((بَدَرَنِيُ عَبُدِيُ بِنَفُسِهٖ، حَرَّمُتُ عَلَيُهِ الُجَنَّةَ))(52)

’’میرے بندے نے اپنی جان لینے کی مجھ سے جلدی کی، میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔‘‘

خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ؟:

خودکشی کی موت مرنے والے کی آخرت تو واضح ہوگئی اور اسکی دنیا میں بھی موت خراب ہونے کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صحیح مسلم اور سننِ اربعہ میں حضرت

---

(50) بخاری مع الفتح ۱۰/ ۲۴۷ و فتح الباری ۳/ ۲۲۷

(51) حوالۂ سابقہ (52) بخاری مع الفتح ۳/ ۲۲۷

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اُتِیَ بِرَجُلٍ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِمَشَاقِصَ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْهِ)) (53)

''نبی ﷺ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کی میت لائی گئی جس نے لوہے کے آنکس (یعنی چوڑے تیر) سے خودکشی کی تھی تو آپ ﷺ نے اسکی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی''۔

نسائی شریف کے الفاظ ہیں:

((أَمَّا أَنَا فَلَا اُصَلِّیْ عَلَیْهِ)) (54)

''اسکی نمازِ جنازہ میں تو نہیں پڑھوں گا''۔

لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ نے اسکی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام اوزاعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی نمازِ جنازہ عام لوگ تو پڑھ لیں لیکن امام وحاکم، اہلِ علم وفضل اور مقتداء وپیشوا قسم کے اہلِ منصب لوگوں کو اسکی نمازِ جنازہ نہیں پڑھنی چاہیئے تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی عبرت ہو۔ علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے اسی مسلک کو ترجیح دی ہے۔ (55)

جبکہ دوسرے آئمہ وفقہاء کے نزدیک اسکی بھی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰه کی تلقین:

جو شخص قریبِ مرگ ہو، اس پر عالَمِ نزع یا جان کنی کا وقت ہو، اُسے کلمۂ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی تلقین کرنا چاہیئے کیونکہ صحیح مسلم، سننِ اربعہ اور مسند احمد وبیہقی میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(53) فتح الباری مع التعلیق ۳/۲۲۷، مسلم بتحقیق محمد فواد عبدالباقی ۲/۶۷۲ حدیث (۹۷۸)، ترمذی مع التحفہ ۴/۱۷۷، ابوداؤد مع العون ۸/۲ ۷-۴۷۳، بلوغ المرام مع سبل السلام ۲/۱/۹۹

(54) حوالۂ سابقہ، از فتح الباری، بلوغ المرام۔

(55) کتاب الجنائز للمبارکفوری ۶۹، ۷۰، تحفۃ الاحوذی ۴/۱۷۸، ۱۷۹

((لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ))(56)

’’اپنے قریبِ مرگ لوگوں کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھنے کی تلقین کرو‘‘۔

کیونکہ ابوداؤد، ابن حبان، ترمذی، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ،دَخَلَ الْجَنَّةَ))(57)

’’جسکی زبان سے نکلنے والے آخری الفاظ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہوگئے وہ (بالآخر) جنت میں داخل ہوجائے گا‘‘۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قریبِ مرگ کو اچھے طریقے سے کلمۂ توحید کی تلقین کی جائے لیکن اس کا اُس پر زور نہ دیا جائے تاکہ اپنی تکلیف وگھبراہٹ کی وجہ سے وہ دل میں اسے ناپسند نہ کرنے لگے یا اسکی زبان سے کوئی نازیبا بات (یعنی کلمے کا انکار) نہ نکل جائے۔(58)

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ایسے شخص کے پاس سورۂ یٰسین کی تلاوت کرنے کا ذکر آتا ہے مگر محدّثین کے نزدیک وہ روایت ضعیف ہے۔(59)

تجہیزوتکفین اور جنازہ و تدفین میں جلدی کرنا:

حدیث شریف میں اس بات کی بڑی تاکید آئی ہے کہ جب کسی کی موت واقع ہوجائے تو اسکی تجہیز وتکفین اور جنازہ و تدفین میں جلدی کی جائے اس میں بلاوجہ تاخیر کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگرچہ بظاہر تو یہ جفا معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت یہ وفاء ہے مثلاً مرنے والا نیک آدمی ہے تو اسے جلد از جلد اللہ کی نعمتوں کی طرف روانہ کردینا ہی اسکے لیئے بہتر ہے، ہاں اگر وہ

(56) مسلم مع النووی ۲۱۹/۶/۳، ابوداؤد مع العون ۳۸۶/۸، ترمذی مع التحفہ ۱۵۲/۴ الفتح الربانی ۵۵/۷

(57) ابوداؤد مع العون ۳۸۵/۸، ترمذی مع التحفہ ۵۵/۴، الفتح الربانی ۵۷/۷، موارد الظمآن حدیث (۷۱۹) وحسنہ الالبانی فی الارواء ۱۴۹/۳۔۱۵۰ واحکام الجنائز ص: ۱۰،۳۴

(58) شرح مسلم ۲۱۹/۶/۳

(59) ضعیف الجامع ۳۳۰/۱، احکام الجنائز للالبانی ۱۱، وضعفہ فی الارواء ۱۵۰/۳۔۱۵۲، تحقیق المشکوٰۃ ۵۰۹/۱ ایضاً، سبل السلام ۹۰/۲/۱۔۹۱ وقد حسنہ البعض کما فی الفتح الربانی ۶۳/۷۔۶۴

www.mohammedmunirqamar.com

ایسا نہیں تو بھی اسے اسکے اصل ٹھکانے کی طرف پہنچا دینا اور اس فریضہ سے جلد سبکدوش ہوجانا ہی مناسب ہے اور اس کی تائید بعض احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ابوداؤد اور طبرانی میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی موت کے واقعہ کے ضمن میں ہے:

((....وَعَجِّلُوْا فَاِنَّهُ لَا يَنْبَغِىْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَىْ اَهْلِهٖ))(60)

''تجہیز و تکفین میں جلدی کرو کیونکہ کسی مسلمان کی میت کو یہ لائق نہیں کی اُسے اسکے گھر والے اپنے مابین روک رکھیں''۔

اسی طرح ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں ہے:

((يَا عَلِىُّ ! ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: اَلصَّلٰوةُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدْتَّ لَهَا كُفُؤاً))(61)

''اے علی! تین کاموں کے کرنے میں تاخیر نہ کرو (۱) نماز کی ادائیگی میں جب اسکا وقت ہوجائے (۲) نمازِ جنازہ پڑھنے میں جبکہ موت واقع ہوجائے (۳) جب بیوہ (یا نوجوان کنواری) کے لیئے مناسب رشتہ مل جائے تو اسکی شادی کرنے میں''۔

ان سب سے بڑھ کر صحیح بخاری و مسلم اور سننِ اربعہ میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((اَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ،فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ،وَاِنْ يَكُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ))(62)

---

(60) ابوداؤد مع العون ۴۳۵/۸ وقد تکلّم علیہ الشوکانی جرحاً وتعدیلاً فی النیل ۲۲/۴/۲۔۲۳ وحسنہ الحافظ فی الفتح ۱۸۴/۳ وضعفہ الالبانی فی المشکوٰۃ ۵۱۰/۱

(61) الفتح الربانی ۹۹/۷، النیل ۲۳/۴/۲، ترمذی مع التحفہ ۱۸۹/۴۔۱۹۰، ضعفہ الالبانی فی تحقیق المشکوٰۃ ۱۹۲/۱، وضیعف الجامع ۶۰/۳/۲

(62) بخاری مع الفتح ۱۸۳/۳، ترمذی مع التحفہ ۹۴/۴۔۹۵

’’جنازہ لے جانے میں جلدی کرو، کیونکہ وہ نیک آدمی کا ہوگا تو اسے تم اجر ونعمت کی طرف لیجاتے ہواور اگر ایسا نہ ہواتو تم شرّ سے اپنی گردن خلاصی کراتے ہو‘‘۔

میت کو غسل دینا:

میت کی تجہیز وتکفین اور جنازہ وتدفین کا پہلا مرحلہ اُسے غسل دینا ہوتا ہے، اگر کوئی مسلمان فوت ہوجائے تو سوائے بعض مالکی فقہاء کے سب کے نزدیک اُسے غسل دینا ’’فرض کفایہ‘‘ ہے اور امام نووی، ابن قدامہ اور فتح القدیر شرح ہدایہ کے مؤلف امام ابن الہمُام نے اس پر اجماع ذکر کیا ہے اور شارح بخاری حافظ ابن حجر نے بعض مالکیہ کا تذکرہ کیا ہے جو غسلِ میّت کو سنت قرار دیتے ہیں، اور امام قرطبی نے اپنی شرح مسلم میں غسلِ میت کے سنت ہونے کو ہی ترجیح دی ہے لیکن جمہور اہل علم وجوب کے قائل ہیں۔ (63)

شہید کا حکم:

جو مسلمان کفار ومشرکین سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوجائیں انہیں تو غُسل دیئے بغیر ہی انکے خون آلود کپڑوں سمیت دفن کیا جائے گا کیونکہ نبی ﷺ نے انہیں غسل دینے سے منع کیا ہے اور اسکی وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی اور مسند احمد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوۂ احد میں شہید ہوئے، انکے متعلق نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِدْفِنُوْھُمْ فِی دِمَائِھِمْ یَعْنِی یَوْمَ اُحُدٍ. وَلَمْ یُغَسِّلْھُمْ)) (64)

’’ان شہداء اُحد کو ان کے خون آلود کپڑوں میں ہی دفن کردو، اور آپ ﷺ نے انہیں غسل بھی نہیں دیا تھا‘‘۔

---

(63) تفصیل کیلئے دیکھیئے فتح الباری ۳/۱۲۵۔۱۲۶، الفتح الربانی ۷/۱۵۵، فتح القدیر شرح ہدایہ ۱/۴۴۷

(64) بخاری مع الفتح ۳/۲۱۲

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

یہ بخاری شریف کے الفاظ ہیں جبکہ مسند احمد میں ہے:

((لَا تُغَسِّلُوْهُمْ فَاِنَّ كُلَّ جُرْحٍ أَوْ كُلَّ دَمٍ يَفُوْحُ مِسْكاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (65)

''انہیں غسل نہ دو، اسلیئے کہ قیامت کے دن ان کے زخم یا ان کے خون کستوری کی خوشبو جیسے مہکیں گے''۔ ..... الخ

اِس اور ایسی ہی دیگر احادیث کی بنا پر تمام اہلِ علم اور چاروں آئمہ شہید کو غسل نہ دینے کے قائل ہیں، البتہ جنابت یا حیض والے شہید کے غسل میں اکثر آئمہ کی رائے تو غسل نہ دینے کی ہی ہے اور دلائل کے عموم کی وجہ سے امام شوکانیؒ نے اسے ہی حق قرار دیا ہے اور آئمہ میں سے امام شافعی، مالک، ابو یوسف اور محمد کے نزدیک تو غسل نہیں لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غسل دیا جائیگا۔ (66)

غسلِ میّت کا حقدار:

میت کو غسل وہ دے جسکا تعلق میت کے ساتھ سب سے زیادہ قریبی ہو، ہاں اگر وہ غسل دینے کا طریقہ نہ جانتا ہو تو کوئی بھی مسلمان غسل دے سکتا ہے بشرطیکہ غسل دینے والا پرہیزگار اور امانت دار ہو۔ یہ بات مسند احمد اور طبرانی اوسط میں مذکور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث سے معلوم ہوتی ہے اور اُسی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جس شخص نے کسی میّت کو غسل دیا اور امانت داری و حکمِ شریعت کے مطابق غُسل دیا و راگر اُسے میّت سے کوئی ناپسندیدہ بات معلوم ہوئی تو اُسے ظاہر نہ کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اُس کی ماں نے آج ہی اُسے جنم دیا ہو۔ (67)

(65) الفتح الربانی ۷/۱۵۹، ابوداؤد مع العون ۸/۴۱۲، ۸۔۴۰۷، ترمذی مع التحفہ ۴/۱۲۶

(66) نیل الاوطار ۲/۴/۲۹۔۳۰

(67) الفتح الربانی ۷/۱۵۳، نیل الاوطار ۲/۴/۲۵، وقد قواہ الحافظ فی الدرایہ ۱۴۰ وفی سندہ جابر الجعفی وقد ثبت =

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

جبکہ مستدرک حاکم (۱/۳۵۴،۳۶۲) اور سنن کبریٰ بیہقی (۳/۳۹۵) میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ غَسَلَ مُسْلِماً فَکَتَمَ عَلَیْهِ غَفَرَ لَهُ اللّٰهُ اَرْبَعِیْنَ مَرَّةٍ...))

’’جس نے کسی مسلمان میّت کو غسل دیا اور اسکی پردہ پوشی کی اسے اللہ تعالیٰ چالیس مرتبہ بخشے گا۔‘‘

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے اور علاّمہ ذہبی والبانی نے ان سے موافقت کی ہے۔

جبکہ معجم طبرانی کبیر میں ((اربعین مرۃ)) کی بجائے ((اربعین کبیرۃ)) ہے کہ ’’اسکے چالیس کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے۔‘‘

اس حدیث کی سند کے بارے میں امام منذری نے الترغیب والترغیب (۴/۱۷۱) میں اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے قابلِ حجت راوی ہیں اور حافظ ابن حجر نے الدرایۃ (۱۴۰) میں اسکی سند کو قوّی قرار دیا ہے۔ (68)

بچے کی میّت کو غسل دینا:

چھوٹی عمر کے لڑکے کو عورتوں کے اور لڑکی کو مردوں کے غسل دینے کے جواز پر تو سب آئمہ وفقہاء کا اتفاق ہے لیکن چھوٹی عمر کی تعیین میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں، امام احمد کے نزدیک سات سال، امام اوزاعی کے نزدیک چار پانچ سال اور حضرت حسن بصری کے نزدیک ڈھائی تین سال ہے اور احناف کے نزدیک عورتیں صرف ایسے لڑکے کو غسل دے سکتی ہیں جو ابھی بات نہ کرنے لگا ہو۔ (69)

= الاجر فی عدۃ احادیث انظرھا فی الجنائز للالبانی ۵۱-۵۲

(68) دیکھیئے: احکام الجنائز للالبانی، ص ۵۱

(69) المغنی لابن قدامہ ۲/۴۳۸، المجموع ۵/۱۲۰، المقنع ۱/۲۷۲

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

غسلِ میّت یا صرف تیمّم؟:

اگر کوئی عورت کسی ایسی جگہ وفات پا جائے جہاں دوسری کوئی عورت نہ ہو جو اُسے غسل دے نہ اسکا کوئی محرم رشتہ دار وہاں موجود ہو اور نہ ہی اسکا شوہر ہو تو ایسی حالت میں اُس عورت کو غسل نہیں دیا جائے گا بلکہ محض تیمّم کرایا جائے گا۔ اِسی طرح اگر کوئی مرد فوت ہو جائے اور وہاں عورتوں کے سوا کوئی نہ ہو تو اس مرد کو بھی غسل کی بجائے صرف تیمّم ہی کرایا جائے گا چنانچہ مراسیل ابی داوٗد میں حضرت مکحولؒ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی عورت مر جائے اور وہاں مردوں کے سوا کوئی (عورت) نہ ہو اور جب کوئی مرد فوت ہو جائے اور وہاں عورتوں کے سوا کوئی (مرد) نہ ہو تو ایسے مرد اور عورت کو تیمّم کرایا جائے۔ (اور جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے وہ دونوں ایسے شخص کی مانند ہیں جس کو وضوء و غسل کے لیئے پانی نہ ملے تو وہ تیمّم کر لیتا ہے)۔ (70)

حضرت سعید بن مسیّب، امام نخعی و حمّاد، ابو حنیفہ و مالک، احمد اور تمام علمائے حدیث کے نزدیک اس حدیث کی بناء پر یہی تیمّم انکے لیئے غسل کے قائمقام ہو جائے گا لیکن امام حسن بصری، اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی کے نزدیک مرسل حدیث قابلِ حجت نہیں ہوتی لہٰذا انکا کہنا ہے کہ ایسے مرد یا عورت کو کپڑوں سمیت غسل دے دیا جائے گا اور غسل دینے والا مرد ہو یا عورت وہ اپنے ہاتھوں کو بھی کپڑے کے ٹکڑے سے لپیٹ کر غسل دیں گے۔ (71)

ولدِ زنا کو بھی وجوباً غسل دیا جائے گا اور اسکی نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی، جمہور علماء وفقہاء اور آئمہ کا یہی مسلک ہے۔ (72)

---

(70) مراسیل ابی داوٗد بحوالہ المغنی لابن قدامہ ۲/۴۳۸، فقہ السنہ ۱/۵۱۶

(71) المغنی ۲/۳۷-۴۳۸ و کتاب الجنائز [علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی] ص ۲۳، فقہ السنہ ۱/۵۱۶، المقنع ۱/۲/۲۷۱، المجموع شرح المہذب للنووی ۵/۱۱۵

(72) الفتح الربانی ۷/۱۶۳ عن المجموع شرح المہذّب للنووی

مشہور حنفی عالم علاّمہ ابنِ ہُمام لکھتے ہیں کہ میت کے غسل پر اجرت لینا منع ہے۔ (73)

بیوی کا خاوند کو اور خاوند کا بیوی کو غسل دینا:

عام طریقہ تو یہی ہے کہ اگر کوئی مرد وفات پا جائے تو اُسے مرد ہی غسل دیتے ہیں اور عورت کو عورتیں، لیکن میاں بیوی کا معاملہ الگ ہے کسی جگہ مسائلِ دین سے ناواقفیت کی بناء پر ماحول اِسکی اجازت نہ دے رہا ہو یا پھر شرم وحیاء کا اپنا بنایا ہوا پیمانہ اسکے مانع آجائے تو الگ بات ہے اور ویسے بھی یہ کوئی واجب تو نہیں البتہ اس بات کے جائز ہونے پر تمام صحابہ وتابعین اور آئمہ وفقہا کا اتفاق ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی وفات پر اُسے غسل دے سکتی ہے۔

بیوی کے اپنے شوہر کو غسل دینے کے دلائلِ جواز:

① ابوداوٗد، بیہقی، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتی تھیں:

((لَوْ اِسْتَقْبَلْتُ مِنَ الْأَمْرِ مَا اسْتَدْبَرْتُ، مَا غَسَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَّا نِسَاؤُہٗ)) (74)

’’جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی ہے اگر پہلے معلوم ہو جاتی تو نبی ﷺ کو صرف آپ ﷺ کی بیویاں ہی غسل دیتیں۔‘‘

② اِسی طرح متعدد آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس بات کی تائید ہوتی ہے مثلاً یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے خود انہیں غسل دیا تھا۔ (75)

③ حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ نے وصیّت فرمائی تھی کہ انکی بیوی انہیں غسل دے۔

---

(73) فتح القدیر شرح ہدایہ ۲/۱۵۴ طبع دار صادر بیروت

(74) ابوداوٗد مع العون ۸/۴۱۵، الفتح الربانی ۷/۱۵۷، حسنہ الالبانی فی الارواء ۳/۱۶۳-۱۶۲

(75) نیل الاوطار ۱/۳/۲۳۹ و ۴/۳/۲۷، الفتح الربانی ۷/۱۵۷، المجموع شرح المہذب ۵/۱۹۰

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

④ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو انکی بیوی نے ہی غسل دیا تھا۔(76)

معروف فقیہہ علاّمہ ابن قدامہ نے ابن المنذر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بیوی کے اپنے شوہر کو غسل دینے کے جواز پر تمام (صحابہ وتابعین، آئمہ وفقہاء اور جمیع اہلِ علم کا) اجماع ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔(77)

شوہر کے اپنی بیوی کو غسل دینے کے دلائلِ جواز:

اِسی طرح امام مالک، شافعی، مشہور روایت میں امام احمد، عام محدّثین اور جمہور اہلِ علم کے نزدیک شوہر بھی اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ ان سب کا استدلال متعدد احادیث سے ہے مثلاً:

① ابن ماجہ (باب ماجاء فی غسل الرجل لمرأتہٖ وغسل المرأۃ زوجہا)، مسند احمد، ابن حبان، دارقطنی، بیہقی اور سنن دارمی میں ایک حدیث ہے جسے صاحب منتقی الاخبار نے باب ماجاء فی غسل احدالزوجین للآخر میں ذکر کیا ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

((مَا ضَرَّکِ لَوْ مِتِّ قَبْلِیْ فَغَسَّلْتُکِ وَکَفَّنْتُکِ ثُمَّ صَلَّیْتُ عَلَیْکِ وَدَفَنْتُکِ))(78)

’’تم اگر مجھ سے پہلے وفات پا گئیں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ میں خود تمہیں غُسل دوں گا، کفن پہناؤں گا پھر تمہاری نمازِ جنازہ پڑھوں گا اور تمہیں دفن کرونگا۔‘‘

امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اسکے

(76) الفتح الربانی ایضاً المغنی لابن قدامہ ۲/۴۳۵ طبع مصر

(77) المغنی ۲/۴۳۵ طبع مصر

(78) ابن ماجہ ۱/۴۷۰، دارقطنی ۱/۲/۱۹۴، دارمی ۱/۳۷، بیہقی ۳/۳۹۶، الفتح الربانی ۷/۱۵۶، نیل الاوطار ۲/۴/۲۷، الارواء ۳/۱۶۰-۱۶۱ وصححہ الالبانی،

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

مرجانے کے بعد غسل دے سکتا ہے اور وہ اپنے شوہر کو۔ (79)

② اِسی طرح مسند شافعی ، سنن دار قطنی ، مستدرک حاکم اور بیہقی میں مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو انکے شوہرِ نامدار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُنہیں غُسل دیا تھا۔ (80)

امام ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ یہ بات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں معروف تھی مگر کسی نے ان پر نکیر نہیں کی لہٰذا یہ ان سب کی طرف سے اس کے جواز پر اجماع ہوا۔ (81)

③ مستدرک حاکم و بیہقی میں ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا (زوجۂ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) فرماتی ہیں:

((غَسَّلْتُ اَنَا وَعَلِیٌّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم)) (82)

’’جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو میں نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا تھا۔‘‘

④ حضرت عبدالرحمٰن بن اسود رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو غسل دیا۔ (83)

⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (اَلرَّجُلُ اَحَقُّ بِغُسْلِ اِمْرَأَتِهٖ) ’’مرد اپنی بیوہ کو غسل دینے کا زیادہ حقدار ہے۔‘‘ (84)

اسی طرح تابعین کرام میں سے بھی متعدد اہل علم کے اس جواز کے فتاویٰ موجود ہیں مثلاً:

(79) النیل ۲/۴/۲۷

(80) حسنہ الشوکانی فی النیل ۲/۴/۲۷ والحافظ فی التلخیص ۱۷۰، والالبانی فی الارواء ۳/۱۶۲ مصنّف عبدالرزاق ۳/۱۶۳

(81) المغنی ۲/۴۳۶

(82) المغنی ۲/۴۳۶، ارواء الغلیل ۳/۱۶۲ وحسنہ الالبانی

(83) بیہقی ۳/۴۰۹، المحلّٰی ۵/۱۷۴

(84) بیہقی ۳/۴۰۹، مصنف عبدالرزاق ۳/۴۰۹، المحلّٰی ۵/۱۷۴

www.mohammedmunirqamar.com

(۱) حضرت حسن بصری۔ (۲) حضرت حماد بن ابی سلیمان۔ (۳) حضرت ابوالشعثاء جابر بن زید۔ (۴) حضرت سلیمان بن موسیٰ۔ (۵) حضرت قسامہ بن زید۔ (۶) حضرت عطاء بن ابی رباح۔ (85) (۷) حضرت علقمہ۔ (۸) حضرت ابولامہ رحمۃ اللہ علیہم (86)

قائلینِ جواز آئمہ وجمہور اہلِ علم کا کہنا ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ انتہائی قریبی ہوتا ہے اور زندگی بھر ان میں جو باہمی قُرب ومحبت رہی ہوتی ہے اُسی کے نتیجہ میں جس قدر عمدگی سے وہ دونوں ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں یہ کسی دوسرے سے ممکن نہیں ہوسکتا۔

مانعین کے دلائل اور انکا جائزہ:

بیوی کے اپنے شوہر کو غسل دینے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے تاہم امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور ایک غیر مشہور روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک موت واقع ہوجانے کے بعد شوہر کا اپنی بیوی کو غسل دینا جائز نہیں۔ جبکہ مشہور روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ سمیت تین آئمہ جواز کے قائل ہیں اور صرف امام ابوحنیفہؒ عدمِ جواز کی طرف گئے ہیں اور بیوی کے اپنے شوہر کو غسل دینے کے سلسلہ میں تو امام صاحب بھی جواز کے ہی قائل ہیں۔

احناف کا کہنا ہے کہ شوہر کے وفات پاجانے سے عدّت کے (چار ماہ دس) دن پورے ہونے تک بیوی اسکے لیئے محرم ہوتی اور اس کی زوجیت میں رہتی ہے لہٰذا وہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے اسکے برعکس بیوی کا انتقال ہوجانے کے بعد وہ اپنے شوہر کیلیئے محرم نہیں رہتی لہٰذا اسکا اُسکی طرف دیکھنا اور اُسے چُھونا تک جائز نہیں۔ (87)

جواز پر دلالت کرنے والی احادیث وآثار کی تأویل کرتے ہوئے یہ جواب دیا جاتا

(85) المحلّٰی ۵/۱۷۵، مصنف عبدالرزاق ۳/۴۰۹ تا ۴۱۱

(86) بیہقی ۳/۳۹۷

(87) الفتح الربانی ۷/۱۵۷، المغنی ۲/۵۲۳، وانظر رد الشوکانی علیہ فی النیل ۴/۲۷، وکذٰلک رد النووی فی المجموع شرح المہذب ۵/۱۱۴ و ۵/۱۱۹

ہے کہ جس حدیث میں نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہیں کہ ''میں تمہیں غسل دیتا۔'' اس سے مراد یہ ہے کہ میں تمہارے غسل کا انتظام کرتا، اور جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے کا ذکر ہے، وہ اُسے صحیح نہیں مانتے کیونکہ دوسری روایت میں حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا کا غسل دینا ذکر ہوا ہے۔ اس سے مستدرک حاکم و بیہقی کی اس روایت کی طرف اشارہ مقصود ہے جس میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ '' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔''

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ اکیلی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہی نے غسل نہیں دیا بلکہ انکے بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ (88)

علمائے احناف کا کہنا ہے کہ اگر اس واقعہ کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی اسے اسلیئے دلیل نہیں بنایا جا سکتا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے اِس فعل پر تنقید کی تھی حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا پڑا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ '' فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا میں بھی تمہاری بیوی ہے اور آخرت میں بھی''، ان کا یہ کہنا گویا اِس بات کی دلیل ہے کہ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جانا پہچانا طریقہ یہی تھا کہ شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ (89)

جبکہ دوسرے آئمہ حتی کہ خود بعض کبار علمائے احناف مثلاً امام طحاوی اور علّامہ عینی اس روایت کو صحیح نہیں مانتے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت دو جہان میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں یعنی یہ کہ انتقال کے بعد بھی انکا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح باقی رہا، اس روایت کے غلط و غیر صحیح ہونے کی ٹھوس دلیل یہ دی گئی ہے کہ اگر ایسا ہی ہوتا تو پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد (انہی کی وصیّت پر عمل کرتے ہوئے) انکی سگی بھانجی حضرت اُمامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کے

(88) دیکھیئے تخریج ۴۸

(89) بذل المجہود ۱۴/۱۰۹۔۱۱۰ وفیہ ام ایمن بدل اسماء

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کیوں کرلیا تھا؟ اگر دونوں جہانوں میں بیوی ہونے والی روایت صحیح ہوتی تو وہ یہ نکاح نہ کرتے، کیونکہ خالہ اور بھانجی کو بیک وقت نکاح میں لینا حرام ہے۔ (90)

مرنے والی کے وفات کے ساتھ ہی اپنے شوہر کے نکاح سے نکل جانے والی بات معروف ہے جبکہ قرآن کی رو سے یہ درست نہیں بلکہ قرآنِ کریم نے اسے زوجہ (بیوی) ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء، آیت: ۱۲ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَكُمْ نِصْفُ مَاتَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ﴾

"تمہارے لیئے تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے آدھا ہے بشرطیکہ انکی اولاد نہ ہو۔"

جانبین کے دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ جمہور کے دلائل زیادہ قوی ہیں لہٰذا انتقال کے بعد بھی بیوی کی میت اپنے شوہر کیلیئے غیر محرم نہیں ہوجاتی، اُسکا اُسے دیکھنا یا چُھونا اور غسل دینا جائز ہے۔

غیر معروف لاش یا چند ٹکڑوں کا حکم:

اگر کوئی اپنے گھر یا ہسپتال میں وفات پا جائے تو وہ جانا پہچانا ہوتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کسی کی لاش کسی ویران جگہ پر پائی گئی اور قُرب وجوار کے لوگوں میں سے اُسے جانتا بھی کوئی نہ ہو اور اُس لاوارث کے بارے میں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ یہ کسی مسلمان کی نعش ہے یا کافر کی، ایسی صورتِ حال میں کیا کیا جائے؟

اس سوال کا جواب فقہ حنفی کی معتبر کتاب "ہدایہ" کی شرح فتح القدیر میں علاّمہ ابن ہُمام نے یہ لکھا ہے کہ وہ لاش مسلمانوں کے دیہات میں سے کسی گاؤں میں پائی جائے اور اس پر مسلمانوں والی کچھ علامات اور نشانیاں بھی پائی جائیں تو اُسے غسل دے کر اُسکی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر وہ کہیں کفار کی آبادیوں (کے قُرب وجوار) میں پائی گئی ہو اور اس میں

---

(90) تفصیل کیلیئے دیکھیئے احکام الجنائز للمبارکپوری ص: ۲۴

مسلمانوں والی کوئی نشانی بھی نہ پائی جاتی ہو تو اسکا (غسل نہیں اور) جنازہ بھی نہیں پڑھا جائے گا، ایسے ہی اگر کسی حادثہ کا شکار ہونے والے شخص کے جسم کے صرف بعض اعضاء ہی ملیں تو اُس پر غسل و جنازہ نہیں، ہاں اگر جسم کا نصف سے زیادہ حصہ یکجا مل جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کا جنازہ پڑھا جائیگا اور اگر جسم کا اوپر والا آدھا حصہ سَر سمیت ملے تو (بالاولیٰ) اسکا غسل و جنازہ ہوگا۔ (91)

جبکہ شافعیہ کے نزدیک محض اعضائے جسم کے ملنے پر بھی غسل و جنازہ ہے اور اس سلسلہ میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات موجود ہیں۔ (92)

غسلِ میّت اور ہماری حالت:

عام میت کو غسل دینے کے سلسلہ میں یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ جو اُسکا سب سے زیادہ قریبی ہو وہ غسل دے لیکن ہمارا معاملہ بڑا ہی عجیب ہے کہ جزع وفزع، رونے دھونے، نوحہ و بَین اور دیگر غیر اسلامی رسوم کے ذریعے ہم مرنے والے سے اپنی انتہائی محبت کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب غسل دینے کا موقع آتا ہے تو پھر مَرد کی میّت کیلئے ''میاں جی'' اور عورت کیلئے میاں جی کی اہلیہ ''بی بی جی'' کے محتاج ہو جاتے ہیں اور اب تو مسلمان ملکوں میں ایسے ادارے بھی قائم ہو گئے ہیں جو معاوضہ لے کر میّت کے غسل کی ذمہ داری نبھاجاتے ہیں، جبکہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اس فریضہ کو خود ادا تو کرنا چاہتے ہیں مگر اس کے طریقہ سے ناواقف ہوتے ہیں حالانکہ یہ غسل اور کفن ودفن ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہے جیسا کہ زوائد مسند احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور مصنف عبدالرزاق و نصب الرایہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے بعد فرشتوں نے انہیں غسل دیا، کفنایا، خوشبو لگائی، لحد والی قبر کھودی، انکی نمازِ جنازہ پڑھی پھر انکی قبر میں داخل ہو کر

(91) فتح القدیر ۱/۴۵۲ (92) المجموع ۵/۲۱۰

انہیں قبر میں رکھا اور لحد کو اینٹوں سے بند کیا پھر قبر سے باہر آ کر مٹی ڈال دی اور کہا:

((يَا بَنِيْ آدَمَ ! هَذِهِ سُنَّتُكُمْ)) (93)

''اے بنی آدم! تمہارے لیئے (میّت کو دفنانے کا) یہ طریقہ ہے۔''

غسلِ میّت کا مسنون طریقہ:

میّت کو غسل دینے کا طریقہ بتانے والی سب سے صحیح اور مشہور حدیث حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جس پر تمام آئمہ کا عمل ہے، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، سنن اربعہ اور مسند احمد و بیہقی میں وہ فرماتی ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دے رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

''اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے تین، پانچ یا اس سے زیادہ مرتبہ غسل دو اور آخری غسل میں تھوڑا سا کافور بھی مِلا لو اور جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو۔''

چنانچہ ہم نے غسل سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف اپنی باندھنے والی چادر پھینکی اور فرمایا: ''اس سے اس کا جسم لپیٹ دو (یعنی اسکا کفن بنا دو)''۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا:

''جسم کے دائیں اعضاء سے اور وضوء کی جگہوں سے غسل دینا شروع کرو''۔

اور حضرت ام عطیّہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سر میں کنگھی کی اور بالوں کی تین چوٹیاں بنا دیں، ان میں سے دو سَر کے دائیں اور بائیں حصہ کے بالوں کی تھیں اور ایک پیشانی کے بالوں کی، اور بخاری شریف ہی کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سَر کے بالوں کی چوٹیاں بنا کر وہ ہم نے پیچھے کمر پر ڈال دیں۔ (94)

(93) نیل الاوطار ۲/۴/۲۵، مصنّف عبدالرزاق ۳/۴۰۰، الفتح الربانی ۷/۴/۱۵

(94) بخاری مع الفتح ۳/۱۳۵-۱۳۴، ابوداؤد مع العون ۸/۴۱۶-۴۲۲، ترمذی مع تحفہ الاحوذی ۴/۶۴-۶۷، نیل الاوطار ۲/۴/۳۱

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

www.mohammedmunirqamar.com

صحاح و سنن میں مذکوران احادیث کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ غسل میّت کے جسم کے دائیں اعضاء سے اور وضوء کی جگہوں سے شروع کرنا چاہیئے اور جس پانی سے غسل دیا جائے اُس میں بیری کے پتے ملا لیئے جائیں، تین، پانچ اور بوقتِ ضرورت اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دیا جائے مگر طاق مرتبہ ہو جیسا کہ مذکورہ حدیث کے الفاظ تین یا پانچ سے پتہ چلتا ہے اور بخاری شریف میں ہی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں بھی یہی مذکور ہے۔ (95)

آخری غسل میں کافور کا استعمال کیا جائے۔ عورت کے سَر کے بالوں کو کھول کر دھویا جائے انہیں کنگھا کیا جائے اور تین چوٹیاں بنا کر انہیں سر کے پیچھے کمر پر ڈال دیا جائے۔

مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور تمام محدّثینِ کرام کا مسلک تو یہی ہے جبکہ احناف کے نزدیک عورت کے بالوں کو دونوں کندھوں کے اوپر سے سینے پر ڈال دینا مستحب ہے۔ (96)

انکا کہنا ہے کہ چوٹیاں بنانا اور پیچھے ڈال دینا حضرت ام عطیّہ رضی اللہ عنہا کا اپنا عمل ہے جس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نبی ﷺ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم فرمایا تھا اور دوسرے آئمہ وفقہاء اور محدّثین کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ کو بھی اس بات کی اطلاع تھی جسکا ثبوت سنن سعید بن منصور کی حدیث میں ہے جسمیں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا تھا کہ ہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بالوں کی چوٹیاں بنا دیں اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں تین چوٹیاں بنانے کا حکم فرمایا تھا، لہذا بات واضح ہوگئی کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے عمل کی نبی ﷺ کو نہ صرف یہ کہ خبر تھی بلکہ وہ آپ ﷺ کے حکم سے ہی ہوا تھا۔ (97)

غسلِ میت کے سلسلہ میں بعض فقہی تشریحات:

آئمہ وفقہاء نے طریقۂ غسل کی مزید وضاحت کی ہے کہ پانی کو نیم گرم کر لیا جائے اور بیری کے پتے ڈالنے کی سنت پوری کرنے کے ساتھ ہی صابن سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے،

(95) بخاری مع الفتح ۳/۱۳۰ (96) بذل المجهود ۱۴/۱۱۲-۱۱۳
(97) فتح الباری ۳/۱۳۴، تحفۃ الاحوذی ۴/۶۶، نیل الاوطار ۴/۲/۳۲، الفتح الربانی ۷/۱۶۸

جائے غسل میں خوشبو کا انتظام کرلیا جائے تاکہ میت کے پیٹ سے کچھ خارج ہونے کی شکل میں بدبو نہ پھیلے اور میّت کو کسی بلند جگہ یعنی تخت پر لٹا لیا جائے۔ (98)

میت کا لباس اتار کر صرف شرمگاہ پر کپڑا رہنے دیا جائے اور وہ جگہ جہاں غُسل کا اہتمام کیا گیا ہو وہ دوسرے لوگوں سے باپردہ ہو، شروع میں نرمی کے ساتھ میّت کے پیٹ کو دبایا جائے تاکہ اگر کوئی فُضلہ پہلے ہی نکل جائے تو اچھا ہے، میّت عورت کی ہو تو غسل دینے والی اسکے کوائف کے مطابق جیسے مناسب سمجھے کرلے۔ نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑے کی تھیلی چڑھا کر میّت کو اچھی طرح استنجاء کرائے اور پھر ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق دائیں اعضاء کی وضوء کی جگہوں سے غسل دینے کا آغاز کرے۔ پہلے وضوء کرائے لیکن کلی کیلئے مُنہ میں اور ناک میں پانی نہ ڈالے تاکہ یہ پانی میّت کے پیٹ میں اتر کر خرابی کا باعث نہ بنے لہٰذا کپڑے یا روئی کو گیلا کرکے پہلے دانتوں کو اور پھر ناک کو صاف کرے۔ وضوء کروانے کے بعد پہلے بائیں پہلو پر لٹا کر اسکے دائیں پہلو پر پانی بہائے اور سَر سے پاؤں تک صابن لگا کر صفائی کرے پھر دائیں پہلو پر لٹا کر بائیں پہلو کی صفائی کرے اور بالوں کو اچھی طرح دھویا جائے اور خوشبو لگائی جائے یہ ایک مرتبہ غسل ہوگیا۔ اسی طرح تین، پانچ یا سات مرتبہ نہلایا جائے اور عورت کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر پیچھے ڈال دی جائیں پھر صاف کپڑے سے جسم کو پونچھ دیا جائے، آخر میں کافور یا کوئی بھی اچھی سی خوشبو لگا دی جائے اور یہ اعضائے سجدہ پر بطورِ خاص لگائی جائے ویسے اگر سارے جسم پر بھی کافور لگا دیا جائے تو اچھا رہتا ہے۔ عام خوشبو کی نسبت کافور کا یہ خاصہ ہے کہ ایک تو یہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور میت کو جلد خراب ہونے سے بچاتا ہے، دوسرے یہ ایسی خوشبو ہے کہ کیڑے مکوڑے میّت کے قریب جلدی نہیں آتے، کافور لگ جانے کے بعد میت کفنانے کیلئے تیار ہو جاتی ہے اور علاّمہ ابن حزم کے سوا جمہور علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ

---

(98) فقہ السنہ ۱/۵۱۵

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

میت کے ناخن نہ تراشے جائیں اور نہ ہی کوئی زائد بال صاف کیئے جائیں اور غسل دینے لیکن کفنانے سے پہلے ہی اگر میت کے پیٹ سے کوئی فضلہ وغیرہ نکلے تو احناف، شافعیہ اور امام مالکؒ کے نزدیک صرف صفائی کردی جائے دوبارہ غسل کرانے کی ضرورت نہیں۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ دوبارہ غسل دیا جائے جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ صرف وضوء دوبارہ کرادیا جائے۔ (99)

مُحرم کا غسل:

کوئی شخص سفرِ حج میں احرام کی حالت میں وفات پا جائے تو اُسے غسل دیا جائے مگر خوشبو نہ لگائی جائے اور نہ ہی اسکا سَر ڈھانپا جائے بلکہ اُسے احرام کے اُنہی دو کپڑوں میں کفن دے دیا جائے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم، سنن اربعہ، مسند احمد اور دیگر کتبِ حدیث میں مذکور ہے کہ میدانِ عرفات میں نبی ﷺ کے ساتھ وقوف کے دوران ایک شخص اپنی سواری سے گرا تو گردن ٹوٹ جانے سے وہ فوت ہوگیا، نبی ﷺ کے علم میں یہ بات لائی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اسے بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دو اور اسے اسکے (احرام والے) دو کپڑوں میں ہی کفن دے دو اور اسے کوئی خوشبو وغیرہ نہ لگاؤ اور نہ ہی اس کے سَر کو ڈھانپو۔''

((فَاِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّياً)) (100)

''یہ قیامت کے دن لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پکارتا ہوا اٹھایا جائے گا''۔

احناف و مالکیہ کے نزدیک اُسے بھی عام میّت کی طرح ہی غسل و کفن دیا جائے گا، ان کے نزدیک اسکا احرام موت کے ساتھ ہی ختم ہوگیا مگر مذکورہ ارشادِ نبوی ﷺ اسکے برعکس ہے۔ (101)

---

(99) فقہ السنہ ۱۰/۵۱۵۔۵۱۶، فتح القدیر شرح ہدایہ ۱/۴۴۷۔۴۵۱، المغنی ۲/۳۷۸۔۳۸۶ طبع مصر، الفقہ علیٰ المذاہب الاربعہ ۱/۵۰۹۔۵۱۰، المجموع ۵/۲۶

(100) بخاری مع الفتح ۳/۱۳۶، نیل الاوطار ۲/۴/۴۰، الفتح الربانی ۷/۸۸۔۱۹۰

(101) تفصیل کے لیئے دیکھیئے فتح الباری ۳/۱۳۶۔۱۳۸، بذل المجہود ۱۴/۲۰۹۔۲۱۰ طبع سوم

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اِس حکم کو اگر اُس شخص کے ساتھ خاص ماننے کا دعویٰ کیا جائے تو پھر اسکی دلیل چاہیئے۔

غسل دینے والے پر غسل کا استحباب:

وہ شخص جو کسی میّت کو غسل دے اسکے لیئے فرض وواجب تو نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ بعد میں وہ خود بھی غسل کرلے کیونکہ ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

((مَنْ غَسَلَ مَيّتاً فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ)) (102)

’’جو شخص کسی میّت کو غسل دے اُسے چاہیئے کہ بعد میں خود بھی غسل کرے اور میّت کو اٹھانے والا وضوء کرلے۔‘‘

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شائد غسل دینے والے پر غسل کرنا واجب ہے لیکن اسکا قائل کوئی نہیں اور اس حدیث کے حکم کو وجوب سے استحباب کی طرف لانے والی یہ دو احادیث ہیں:

① پہلی مستدرک حاکم وبیہقی میں ہے جس میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِيْ غُسْلِ مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ اِذَا غَسَلْتُمُوْهُ،فَاِنَّ مَيِّتَكُمْ لَيْسَ بِنَجِسٍ فَحَسْبُكُمْ اَنْ تَغْسِلُوْا اَيْدِيَكُمْ))

’’تم پر میّت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا ضروری نہیں کیونکہ تمہاری وہ میّت کوئی نجس تو نہیں تھی، تمہارے لیئے یہی کافی ہے کہ اپنے ہاتھ دھولو۔‘‘

② دوسری حدیث دارقطنی اور تاریخ بغداد میں ہے جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كُنَّا نُغْسِلُ الْمَيِّتَ فَمِنَّا مَنْ يَّغْتَسِلُ وَمِنَّا مَنْ لَّا يَغْتَسِلُ)) (103)

---

(102) ابوداؤد مع العون ۸/۴۳۸، ترمذی مع التحفہ ۴/۷۰، احکام الجنائز للالبانی، ص:۵۳ وحسنہٗ

(103) کلاھما فی احکام الجنائز للالبانی، ص:۵۳۔۵۴

’’ہم میّت کوغسل دیتے تھے اور ہم میں سے بعض تو غسل کر لیتے اور بعض غسل نہیں کیا کرتے تھے‘‘۔

کفن کاکپڑا:

میّت کوغسل دینے کے بعد کفن دیا جاتا ہے جو کہ واجبات میں سے ہے اور کفن کے کپڑے کا عمدہ ہونا مستحب ہے جیسا کہ صحیح مسلم، ابوداوٗد، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشادِنبوی ﷺ ہے:

((اِذَا کَفَّنَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُحْسِنْ کَفَنَہٗ))(104)

’’تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دے تو اُسے چاہیئے کہ اچھا کفن دے۔‘‘

واضح رہے کہ عمدہ سے مراد صاف ستھرا ہے قیمتی نہیں کیونکہ قیمتی کپڑے میں کفن دینے سے کیا حاصل ہوگا؟ وہ تو بہرحال گل سڑ ہی جائے گا۔یہی بات بعض ضعیف روایات میں بھی آئی ہے۔(105)

کفن کے کپڑوں کا بہت قیمتی تو کیا نیا ہونا بھی کوئی ضروری نہیں، دھویا ہوا صاف ستھرا مستعمل کپڑا ابھی استعمال کیا جاسکتا ہے جیسا کہ صحاح وسنن کی حدیث ابھی قریب ہی گزری ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں اپنی (تہبند کے طور پر) مستعمل چادر دی تھی اور مستعمل کپڑے سے کفن دینے کے جواز پر تمام آئمہ وفقہاء کا اجماع ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وفات کے قریب ایک کپڑے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

((اِغْسِلُوْا ثَوْبِیْ ھٰذَا وَزِیْدُوْا عَلَیْہِ ثَوْبَیْنِ فَکَفِّنُوْنِیْ فِیْھَا))

---

(104) مشکوٰۃ ۱/۵۱۸، الفتح الربانی ۷/۱۷۰، احکام الجنائز للالبانی،ص:۵۸، المنتقیٰ مع النیل ۲/۴/۳۵

(105) انظر المشکوٰۃ ۱/۵۱۸

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

''اسے دھو لینا اور دو کپڑے دوسرے لے لینا اور میرا کفن بنا لینا۔''

صدیقۂ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''ابا جان! آپ کا یہ کپڑا تو پرانا ہو چکا ہے۔''

تب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِنَّ الْحَیَّ اَوْلٰی بِالْجَدِیْدِ مِنَ الْمَیِّتِ))

''میّت کی نسبت نئے کپڑوں کا زیادہ مستحق زندہ آدمی ہوتا ہے۔''(106)

رضی اللہ عن ابی بکر وارضاہ

سفید کپڑے کی فضیلت:

کفن کے کپڑوں کا سفید ہونا افضل ہے کیونکہ ابوداوٗد، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((اِلْبِسُوْا مِنْ ثِیَابِکُمُ الْبَیَاضِ فَاِنَّھَا مِنْ خَیْرِ ثِیَابِکُمْ وَکَفِّنُوْا فِیْھَا مَوْتَاکُمْ))(107)

''اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور اِن (سفید کپڑوں) ہی میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو۔''

مرد کے کفن کے کپڑے:

مرد کا کفن تین چادروں پر مشتمل ہونا چاہیئے، ایک چادر بطورِ قمیص، دوسری بطورِ تہبند اور تیسری بطورِ لفافہ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، سنن اربعہ اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کُفِّنَ فِی ثَلَاثَۃِ اَثْوَابٍ بِیْضٍ سُحُوْلِیَّۃٍ لَیْسَ فِیْھَا

(106) نیل الاوطار ۲/۴/۳۵، مصنّف عبدالرزاق ۳/۴۲۴، مصنّف ابن ابی شیبہ ۳/۲۸۵، نصب الرایۃ ۲/۲۶۲

(107) مشکوٰۃ ۱/۵۱۸ و صحیح الالبانی ۱۷۰۷-۱۷۱، ترمذی مع التحفہ ۴/۷۲

قَمِيصٌ وَلَا عَمَامَةٌ)) (108)

''نبی ﷺ تین سفید سحولی (یمنی) کپڑوں میں کفن دیئے گئے اور ان میں قمیص اور پگڑی شامل نہیں تھی۔''

اکثر صحابہ و تابعین، عام محدّثین اور امام شافعی و احمد سمیت جمہور اہلِ علم کا تو یہی مسلک ہے البتہ امام مالک اور احناف کے نزدیک کفن میں قمیص بھی ہونی چاہیئے اور امام مالک کے نزدیک عمامہ بھی، اُن کا کہنا ہے کہ مذکورہ حدیث میں اگرچہ صرف تین کپڑوں کا ہی ذکر ہے اور یہ جائز بھی ہے لیکن بعض دیگر روایات میں قمیص کا بھی ذکر ہے اور امام مالک کے نزدیک عمامہ بھی مستحب ہے، لیکن جمہور کے نزدیک وہ روایات متکلّم فیہ ہیں لہٰذا راجح یہی ہے جو بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے۔ (109)

عورت کے کفن کے کپڑے:

عورت کا کفن بھی یہی ہے کیونکہ کسی صحیح حدیث سے مرد وزن کے کفن کا فرق ثابت نہیں البتہ مسند احمد کی ایک متکلّم فیہ روایت میں اوڑھنی اور ایک دوسری بڑی چادر کا ذکر بھی ہے جس سے احناف کے نزدیک سینہ بند مراد ہے یوں یہ پانچ کپڑے ہو جاتے ہیں۔ (110)

بوقتِ مجبوری کم کپڑے:

مرد کے لیئے تین اور عورت کے لیئے پانچ کپڑے ہونا عام حالات میں ہے جبکہ مجبوری کے وقت اس سے کم بھی جائز ہے مثلاً:

① میّت کو صرف ایک ہی چادر میں کفن دینا جیسا کہ صحیح بخاری اور دیگر کتب میں حضرت

(108) بخاری مع الفتح ۳/۱۴۰، الفتح الربانی ۷/۱۷۳، ابوداؤد مع العون ۸/۴۲۶۔۴۲۵، ترمذی مع التحفہ ۴/۴۷

(109) فتح الباری، تحفۃ الاحوذی، عون المعبود، نیل الاوطار ۲/۴/۳۷۔۳۸، الفتح الربانی ۷/۱۷۸۔۱۷۶

(110) الفتح الربانی ۷/۱۷۵۔۱۷۶۔۱۷۸، احکام الجنائز للالبانی ص: ۶۵

www.mohammedmunirqamar.com

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ مذکور ہے کہ انہیں صرف ایک ہی کپڑے میں کفن دیا گیا۔ (111)

مستدرک حاکم میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کفن بھی اسی طرح کا مذکور ہے۔ (112)

② اگر میت کیلئے صرف ایک ہی چادر ہو اور وہ بھی اوپر پوری نہ آرہی ہو تو سَر کی طرف سے جتنے جسم پر آئے دے دی جائے اور پاؤں کی طرف سے جو جگہ بچے اس پر کوئی اِذخر (قسم کی گھاس پُھوس) ڈال دی جائے، یہ بھی صحیح بخاری اور دیگر کتب میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہی کی تکفین کے ضمن میں حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (113)

اپنا کفن خود تیار کرکے رکھ لینا:

اپنے کفن کا اپنی زندگی میں ہی تیار کر کے رکھ لینا بھی جائز ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہی ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں مذکور ہے۔ (114)

اپنی قبر کھود کر رکھ لینا:

بعض سلفِ صالحین کا جو اپنے لیئے قبریں تیار کر لینا مذکور ہوا ہے اس کے بارے میں زین بن منیر (یکے از شارحینِ بخاری) نے لکھا ہے کہ یہ فعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے ثابت نہیں اور اگر مستحب ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بکثرت واقعات میں ثابت ہوتا۔ (115)

غرض مرنے سے پہلے اپنی قبر تیار کر لینا مستحب نہیں اگر ایسا مستحب ہوتا تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہوتا۔ (116)

الاختیارات العلمیہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ میں لکھا ہے کہ کسی کیلئے یہ مستحب نہیں ہے کہ وہ اپنی قبر کھود کر رکھ لے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا اور پھر کوئی

(111) بخاری مع الفتح ۳/۱۴۲ (112) فتح الباری ۳/۱۴۲ (113) بخاری مع الفتح ۳/۱۴۲
(114) بخاری مع الفتح ۳/۱۴۲ (115) فتح الباری ۳/۱۴۴
(116) احکام الجنائز وبدعہا للالبانی، ص: ۲۵۷-۱۶۱-۱۶۰ انقلاً عن الاختیارات العلمیہ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

یہ تو جانتا ہی نہیں کہ کس کو موت کہاں آئے گی جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾

''اور کوئی نہیں جانتا کہ اسے موت کہاں آئے گی۔''

اور اگر ایسا کرنے سے کسی کا مقصود موت کیلئے تیاری کرنا ہو تو یہ عملِ صالح سے ہوتی ہے نہ کہ قبر کھود لینے سے۔ (117)

اگر یہ کام مستحب ہوتا تو نبی ﷺ ضرور کرتے، آپ ﷺ کے خلفاء راشدین اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کرتے اور جب ان سب نے نہیں کیا تو اس میں خیر واستحباب کہاں سے آئے گا؟ اب ان لوگوں کے عمل کی معلوم نہیں کیا توجیہہ ہے جو اپنے ہاتھوں ہی اپنی قبر کھود لیتے اور اسے بڑا معرکہ باور کرواتے پھرتے ہیں۔

مُحرم کا کفن:

احرام کی حالت میں وفات پانے والے کو صرف احرام کی دو چادروں میں ہی کفن دیا جائے گا جیسا کہ بخاری ومسلم کی حدیث ابھی قریب ہی گزری ہے۔

شہید کا کفن:

شہید جن خون آلود کپڑوں میں شہادت پائے اُسے انہی کپڑوں سمیت دفن کیا جانا چاہیئے کیونکہ نسائی ومسند احمد میں ہے کہ نبی ﷺ نے شہداءِ اُحد رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا تھا:

((زَمِّلُوْهُمْ فِیْ ثِیَابِهِمْ)) (118)

''انہیں ان کے کپڑوں میں ہی لپیٹ دو''۔

جبکہ ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے:

(117) بحوالہ احکام الجنائز للالبانی، ص۱۶۰۔۱۶۱

(118) بحوالہ احکام الجنائز للالبانی، ص:۶۰، نیل الاوطار ۲/۴/۴۰

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

((اِدْفِنُوْھُمْ بِدِ مَائِھِمْ وَثِیَابِھِمْ))(119)

''انہیں ان کے خون اور کپڑوں سمیت ہی دفن کردو''۔

ان کپڑوں پر کفن کے صرف ایک اور کپڑے کا اضافہ کرنا مستحب ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت حمزۃ اور مصعب رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے کفن کا واقعہ صحیح بخاری ومسلم، ترمذی، نسائی، مسند احمد اور بیہقی میں مذکور ہے جبکہ حضرت حمزۃ رضی اللہ عنہ کے کفن کا واقعہ ابوداؤد وترمذی، مستدرک حاکم اور بیہقی میں ہے۔(120)

کفن کو خوشبو لگانا:

تکفین کے بعد کفن کو خوشبو لگانا بھی مستحب ہے جیسا کہ مسند احمد، صحیح ابن حبان، بیہقی، مستدرک حاکم اور ابن ابی شیبہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اِذَا جَمَّرْتُمُ الْمَیِّتَ فَاجْمِرُوْہُ ثَلَاثاً))(121)

''کہ جب تم میت کو (بخور وغیرہ خوشبو کی) دھونی دو تو تین مرتبہ دو۔''

لیکن احرام کی حالت میں وفات پانے والے کو خوشبو نہیں لگائی جائے گی جیسا کہ بخاری ومسلم کی حدیث ابھی ہی گزر چکی ہے۔

کفن کو زمزم میں بھگونے کی رسم:

یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ آجکل حجاج کرام اپنے لیئے اور اپنے اعزاء واقارب کے لیئے کفن کا کپڑا آبِ زمزم میں بھگو کر لاتے ہیں، نبی ﷺ، صحابہ وتابعین اور سلفِ صالحین سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ آبِ زمزم فی نفسہٖ تو بڑا بابرکت ہے لیکن اگر مرنے والے کے عمل ہی درست نہ ہوں تو پھر آبِ زمزم تو کجا، عبداللہ بن ابیّ بن سلول کو تو نبی

(119) نیل الاوطار ۲/۴/۴۰۔۳۹ وتکلم علیہ

(120) بحوالہ احکام الجنائز، ص: ۵۷۔۶۰

(121) احکام الجنائز ایضاً، ص: ۶۴، الفتح الربانی ۷/۱۸۸ صحیح الجامع الصغیر: ۴۸۱

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

ﷺ کی مبارک قمیص اور نمازِ جنازہ سے بھی فائدہ نہیں ہوا تھا اور پھر اُس جیسوں کی نمازِ جنازہ سے آپ ﷺ کو منع ہی کر دیا گیا تھا۔ (122)

اِس واقعہ میں بڑی عبرتیں اور لمحاتِ فکر ہیں۔

کفن پر دعائیہ کلمات لکھنے کا رواج:

آج کل کفن پر دعائیہ کلمات لکھنے کا بھی کافی رواج ہے حالانکہ قرآن وسنت، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل، آثارِ صحابہ وتابعین اور آئمہ کرام، کسی سے بھی تو یہ فعل ثابت نہیں اور جو کام خیر القرون میں نہ ہوا ہو وہ باعثِ خیر و برکت ہرگز نہیں ہوسکتا۔ (123)

راھداری؟:

کچھ ایسا ہی معاملہ میّت کیلئے ''راہداری'' کے طور پر قرآن کریم کے ڈھائی سپارے پڑھنے کا بھی ہے کہ جب میّت کو اُٹھا کر باہر لیجانے کا وقت قریب آتا ہے تو عموماً میّت کی قریبی رشتہ دار عورتیں اس راہداری کا بندوبست کر دیتی ہیں، اسکا بھی شریعتِ اسلامیہ کے اصل مصادر سے کوئی ثبوت نہیں ملتا اور میّت کیلئے حقیقی راہداری اسکے اپنے نیک اعمال ہی بن سکتے ہیں۔

جنازے کو کندھا دینا:

جنازہ کو اٹھا کر جنازہ گاہ اور قبرستان کی طرف لیجاتے ہوئے عورتوں کے سوا تمام حاضرین کیلئے جنازے کو باری باری کندھا دینا اور اسکے پیچھے چلنا واجب اور بڑا کارِ ثواب ہے اور میّت کا اپنے مسلمان بھائیوں پر یہ حق بھی ہے جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

---

(122) تفصیل کیلئے سورۂ توبہ، آیت: ۸۰ اور ۸۴، ان کی تفسیر اور صحیح بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القمیص ۔۔الخ مع الفتح ۳/۱۳۸

(123) التراتیب الادار یۃ ۱/۴۴۰، ردالمحتار علی الدر المختار ۱/۸۴۸ ۔ ۸۴۷، احکام الجنائز، ص: ۲۴۸

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلٰی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ[سِتٌّ]...اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ))(124)

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ[چھ] حقوق ہیں:۔۔۔(جب وہ مرجائے تو)اسکے جنازہ کو کندھا دینا(اور پھر پیچھے چلنا)۔''

بلند آواز سے روتے ہوئے بخور اٹھائے چلنا:

جنازہ کے پیچھے بلند آواز سے روتے ہوئے اور بخُور وغیرہ اٹھائے ہوئے چلنا منع ہے، چنانچہ ابوداؤد اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

((لَا تُتْبَعُ الْجَنَازَةُ بِصَوْتٍ وَلَا نَارٍ))(125)

''جنازے کے پیچھے آواز اور آگ لے کر نہ چلا جائے''۔

بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے چلنا:

اِسی طرح جنازے کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بلند آواز سے ذکر کرنا بھی ثابت نہیں بلکہ بیہقی میں حضرت قیس بن عبادؒ تابعی سے مروی ہے:

((كَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ.يَكْرَهُوْنَ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَالْجَنَائِزِ))

''نبی ﷺ کے صحابہٴ کرام رضی اللہ عنہم جنازوں کے پاس آواز بلند کرنے سے کراہت کرتے تھے۔''(126)

امام نوویؒ نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ سلف صالحین کا یہ عمل ہی صحیح ہے کہ جنازہ کے ساتھ خاموشی سے چلا جائے اور تلاوتِ قرآن، کلمہٴ شہادت یا کوئی بھی ذکر بلند آواز سے نہ کیا جائے۔(127)

(124) بخاری، مختصر مسلم:۱۴۱۸، الصحیحہ:۱۱۳۲۔ صحیح الجامع:۳۱۵۰،۳۱۵۱

(125) ضعفہ الالبانی فی الارواء ۳/۱۹۳ واستدل بہ مع ذکر الشواھد فی احکام الجنائز،ص:۷۰، الفتح الربانی ۷/۸

(126) بیہقی ۴/۷۴، احکام الجنائز،ص:۷۱ وقال رجالہٗ ثقات

(127) للتفصیل الاذکار،ص۱۳۶ بتحقیق الارناؤط طبع دمشق، حاشیہ احکام الجنائز وبدعہا للالبانی،ص:۷۱

صحیح دینی معلومات کے لئے''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

سینکڑوں علمائے احناف کے مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ) میں بھی شرح امام طحاوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جنازے کے ساتھ چلنے والے خاموشی اختیار کریں ان کا اونچی آواز سے قرآن پڑھنا یا ذکر کرنا مکروہ ہے۔ (128)

ایسے میں دنیاوی باتیں کرنا تو بالاولیٰ منع ہے اور یہ جو آجکل جنازے کے ساتھ ساتھ بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا جاتا ہے، اسکی حقیقت واضح ہوگئی کہ یہ دراصل عیسائیوں کی نقل ہے کیونکہ ان کے یہاں بلند آواز سے انجیل کی تلاوت اور دوسرے اذکار کیئے جاتے ہیں۔ (129)

ہمارے پاک و ہند میں یہ رسم ہندوؤں سے ماخوذ ہے کیونکہ وہ میت کے ساتھ ساتھ ''رام نام ست ہے'' کا ورد کرتے جاتے ہیں وہی رواج ''کلمۂ شہادت'' کی شکل میں ہمارے یہاں بھی در آیا ہے۔ (130)

عورتوں کیلئے حکم:

عورتوں کا جنازے کے ساتھ چلنا صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث کی رو سے منع ہے۔ تاہم یہ نہی تحریمی (131) نہیں بلکہ تنزیہی ہے جیسا کہ مشار الیہ حدیث میں حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے۔

جنازہ کا حکم و طریقہ:

نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے اور اسکے فرضِ کفایہ ہونے پر امام ابن ہمام نے ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں اجماع ذکر کیا ہے۔ (132)

جبکہ بعض مالکی علماء نے اسے سنّت قرار دیا ہے اور امام نوویؒ نے اسکی تردید کی ہے۔ (133)

---

(128) فتاویٰ ہندیہ ۱/۱۶۲، الفتح الربانی ۲۳/۸

(129) احکام الجنائز و بدعہا للالبانی ص:۷۱

(130) جنازے کے مسائل مولانا فضل الرحمٰن، ص: ۵۲ طبع ثانی دار الدعوۃ السلفیہ لاہور

(131) الفتح الربانی ۲۶/۸-۲۴-۲۱

(132) فتح القدیر ۱/۴۵۵

(133) الفتح الربانی ۲۰۱/۷

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

میدان، جنازہ گاہ یا مسجد میں جنازہ:

نمازِ جنازہ عام طور پر تو جنازہ گاہ میں پڑھی جاتی ہے لیکن یہ کسی کھلے میدان میں بھی پڑھی جاسکتی ہے اور ضرورت کے وقت مسجد میں بھی جنازہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ صحیح مسلم شریف، سنن اربعہ، مسند احمد، بیہقی اور ابن ابی شیبہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سُہیل بن بیضاء اور انکے بھائی رضی اللہ عنہما کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔ (134)

اِسی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں بھی پڑھی گئی۔ (135)

موطا امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن سعید بن منصور میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی گئی تھی، جبکہ سنن سعید بن منصور اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ بھی مسجد میں پڑھی گئی تھی۔ (136)

ان احادیث و آثار کی بناء پر مسجد میں نمازِ جنازہ کا جواز امام شافعی، احمد، ایک روایت کے مطابق امام مالک اور اسحاق بن راہویہ سمیت عام محدّثین اور جمہور اہلِ علم کا مسلک ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک مسجد میں نمازِ جنازہ کو مکروہ سمجھتے ہیں، ان کا استدلال بھی ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد، بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے ہے۔ علاّمہ ابن قیم اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ اگرچہ جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ مسجد سے الگ جنازہ گاہ میں پڑھی جائے، بدایۃ المجتھد میں علاّمہ ابن رُشد کا رجحان بھی اسی طرف سے ہے اور علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ (137)

(134) صحیح مسلم ۲/۶۶۸ بتحقیق محمد فؤاد عبدالباقی والفتح الربانی ۷/۲۴۸

(135) الفتح الربانی ۷/۲۴۸ (136) الفتح الربانی ۷/۲۴۸ شرح، نیل الاوطار ۲/۴/۶۸

(137) زاد المعاد ۱/۵۰۲۔۵۰۰ بتحقیق الارناؤط، فتح الباری ۳/۱۹۹، بدایۃ المجتھد ۲/۳۰۔۲۹ طبع مؤسسہ =

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

www.mohammedmunirqamar.com

آج کل مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے اور اسکا سبب بھی واضح ہے اور امام شوکانی کا میلان بھی مطلق جواز کی طرف ہی ہے۔ (138)

تحریف کا ایک نمونہ:

اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کی دھن میں بعض دفعہ آدمی خمول وذہول کی سی کیفیت میں اصل الفاظِ حدیث میں بعض مَن گھڑت الفاظ کا اضافہ بھی کر گزرتا ہے جو کبھی عمداً اور کبھی سہواً بھی ہوسکتا ہے اسکی بہت سی مثالیں کتبِ فقہ میں موجود ہیں۔ انہی میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ احناف چونکہ مسجد میں نمازِ جنازہ کو جائز نہیں سمجھتے لہٰذا صاحبِ ہدایہ نے کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی المیت میں لکھا ہے:

((وَلَا يُصَلّٰى عَلٰى مَيِّتٍ فِي الْمَسْجِدِ جَمَاعَةٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ. مَنْ صَلَّى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ،فَلَا اَجْرَلَهٗ)) (139)

''مسجد میں با جماعت نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس نے مسجد میں جنازہ پڑھا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔''

اِسی حدیث کو صاحبِ ہدایہ کی طرح ہی غلط انداز سے شیخ عبدالحق دہلوی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز میں بھی نقل کیا ہے اور پھر انہی کی اشعۃ اللمعات کے حوالے سے مولوی نور محمد دہلوی نے بھی اپنی مطبوعہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کو کتاب الجنائز کے حاشیہ میں نقل کر دیا ہے حالانکہ ہندی ومصری مطبوعہ وقلمی نسخوں میں سے کسی میں بھی یہ الفاظ:

((فَلَا اَجْرَ لَهٗ)) ''اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔''

= ناصر، الفتح الربانی ۷/۲۵۰۔۲۴۹، کتاب الجنائز للمبارکپوری، ص: ۵۴

(138) نیل الاوطار ۲/۴/۶۹۔۶۸

(139) ہدایہ اولین ص ۱۸۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز، فصل فی الصلوٰۃ علی المیت

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ محشّی ہدایہ نے بنایہ سے ہدایہ کے حاشیہ پر بھی نقل کیا ہے:

(قوله: فَلا اَجْـرَ لَـهُ. قَـالَ! ابْنُ عَبْدِالْبَرِّ: رِوَايَتُهُ فَلا اَجْرَلَهُ خَطَأٌ فَاحِشٌ وَالصَّحِيْحُ: فَلَاشَيً لَهُ) (140)

''ان کا کہنا کہ ''اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔'' ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ ان کا ان الفاظ ''اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔'' کا روایت کرنا ہی بہت بڑی خطا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ: اسکے لیئے کچھ بھی نہیں ہے۔''

دو یا تین صفیں بنا لینا:

ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں مذکور بعض احادیث کی بناء پر مستحب یہ ہے کہ اگر نمازی کم ہوں تو کم از کم تین صفیں بنالی جائیں چنانچہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا اَوْجَبَ (وفِيْ لَفْظٍ:) اِلَّا غُفِرَ لَهُ)) (141)

''اگر کسی مسلمان کی نمازِ جنازہ میں تین صفیں شریک ہوجائیں تو اس پر جنت واجب ہوجاتی ہے۔ (اور ایک روایت میں ہے:) اللہ اُسے بخش دیتا ہے۔''

اسی طرح طبرانی کبیر کی ایک دوسری حدیث میں ہے:

((صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى جَنَازَةٍ وَمَعَهُ سَبْعَةُ نَفَرٍ فَجَعَلَ ثَلَاثَةً صَفًّا، وَاثْنَيْنِ صَفًّا)) (142)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی نمازِ جنازہ پڑھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات آدمی

---

(140) حوالہ سابقہ نیز تفصیل کیلئے دیکھیئے: نتائج التقلید مولانا محمد اشرف سندھو، ص: ۱۳۵ طبع ادارہ دعوۃ الحق بمبی

(141) احکام الجنائز و بدعہا، ص: ۱۰۰۔ ۹۹، نیل الاوطار ۲/۴/۵۵۔ ۵۴

(142) بحوالہ سابقہ الجنائز

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

تھے۔آپ ﷺ نے تین آدمیوں کی ایک صف بنائی، دو کی دوسری اور دو کی تیسری صف بنائی۔‘‘

عام آئمہ وفقہاء کا یہی مسلک ہے لیکن امام احمد اور امام بخاری کا رجحان اس طرف ہے کہ اگر نمازی کم ہوں تو صرف دو صفیں بھی بنائی جاسکتی ہیں۔ (143)

جب نمازی کثیر تعداد میں ہوں تو پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ صفیں طاق ہی رہیں بلکہ جتنی بھی بن جائیں جائز ہے اگرچہ طاق کا اپنا ایک مقام ہے لیکن محض اس مقام کے لیئے جنازہ سامنے رکھ کر صفیں طاق کرنے اور لوگوں میں شور پیدا کرنے کا فعل مناسب نہیں ہے۔

شرکاء جماعت کی تعداد و صف بندی:

جنازہ میں جتنے زیادہ لوگ شریک ہوں گے اتنا ہی بہتر ہے البتہ بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اگر جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد صرف تین ہو اور ان میں بھی ایک عورت ہو تو ایسا نہیں ہوگا کہ مرد امام کے دائیں پہلو میں کھڑا ہو جائے اور عورت پیچھے جیسا کہ عام نمازوں کی جماعت کا طریقہ ہے بلکہ مقتدی مرد ایک بھی پیچھے ہی کھڑا ہوگا چنانچہ مستدرک حاکم (۳۶۵/۱) وبیہقی (۳۰/۴، ۳۱) میں ایک حدیث ہے اور اسکی شاہد حدیث مسند احمد (۲۱۷/۳) میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عمیر بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ انکے گھر میں یوں پڑھائی کہ آپ ﷺ آگے امامت کروا رہے تھے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے اکیلے صف میں کھڑے ہو گئے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھیں۔ (144)

امام کہاں کھڑا ہو؟

نمازِ جنازہ کیلئے تمام آئمہ وفقہاء کے نزدیک بالاتفاق میت کے کسی بھی حصہ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھانا جائز ہے لیکن امام کا کس جگہ کھڑے ہونا افضل ہے اس بارے

(143) بخاری وفتح الباری ۱۸۶/۳، المغنی ۴۱۰/۲ طبع مصر، الفتح الربانی ۲۰۳/۷-۲۰۴

(144) حوالہ جاتِ مذکورہ متن نیز دیکھیئے احکام الجنائز ۹۸، ۱۰۰

میں آئمہ کی آراء مختلف ہیں: امام احمد، اسحاق بن راہویہ، عام محدّثین، فقہاءِ شافعیہ ایک روایت میں امام ابوحنیفہ اِسی طرح امام ابو یوسف اور امام طحاوی کے نزدیک اگر میت مرد کی ہو تو نمازِ جنازہ کیلئے امام اسکے سَر کے سامنے اور اگر عورت ہو تو اسکی کمر کے سامنے یعنی وسط میں کھڑا ہو، اِن کا استدلال صحیح بخاری و مسلم، سنن اربعہ، مسند احمد اور بیہقی میں مذکور اُس حدیث سے ہے جسمیں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے نفاس کی حالت میں وفات پانے والی ایک عورت کی نمازِ جنازہ پڑھی اور اسکے وسط میں کھڑے ہوئے۔ (145)

جبکہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد اور ابن ابی شیبہ میں مرد وعورت کے جنازہ کیلئے کھڑے ہونے کی تفریق بھی مذکور ہے کہ نبی ﷺ مرد کے سر اور عورت کے وسط کے سامنے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ (146)

ایک دوسرے قول کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ میت خواہ مرد کی ہو یا عورت کی امام اسکے سینے کے سامنے کھڑا ہوگا، ان کے نزدیک وسط سے مراد کمر نہیں بلکہ سینہ ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک اس سلسلہ میں وسعت ہے کہ جہاں چاہے کھڑا ہو جائے کوئی پابندی نہیں۔

تکبیراتِ جنازہ اور ہاتھ باندھنا:

تکبیراتِ جنازہ کی تعداد کے بارے میں متعدد احادیث وروایات ملتی ہیں جن میں چار سے لیکر نو تک کا ذکر آیا ہے۔ (147)

مگر صحیح تر اور عام ومعروف حدیث سے نمازِ جنازہ کی چار تکبیروں کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم، سنن اربعہ اور مسند احمد میں شاہِ حبشہ نجاشی کی غائبانہ نمازِ جنازہ والی حدیث میں چار ہی تکبیروں کا ذکر ہے۔ (148)

---

(145) بخاری مع الفتح الباری ۳/۲۰۱، الفتح الربانی ۷/۲۴۴

(146) فتح الباری وتعلیق ابن باز علیہ ۳/۲۰۱، الفتح الربانی ۷/۲۴۳

(147) دیکھیئے: احکام الجنائز ۱۱۱ تا ۱۱۴ (148) بخاری مع الفتح ۳/۲۰۲، الفتح الربانی ۷/۲۲۹

اس پر چاروں آئمہ، محدّثینِ کرام اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہی افضل ہے۔ اور تکبیر کہہ کر عام نماز کی طرح ہی صحیح احادیث کی رو سے سینے پر باندھ لیں۔

سورۃ الفاتحہ پڑھنا:

دل میں نمازِ جنازہ کی نیت کر کے پہلی تکبیرِ تحریمہ کے بعد یہ پڑھیں:

((اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ))

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴾

کیونکہ صحیح بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارقطنی، مستدرک حاکم اور المنتقیٰ لابن الجارود میں طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

((صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَلٰی جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ [وَسُوْرَةً وَجَهَرَ حَتّٰی اَسْمَعَنَا ، فَلَمَّا فَرَغَ اَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَسَأَلْتُهٗ؟] فَقَالَ: [اِنَّمَا جَهَرْتُ] لِتَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ[وَحَقٌّ])) (149)

''میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازِ جنازہ پڑھی۔ انہوں نے سورۃ فاتحہ اور ایک سورت پڑھی اور جہراً پڑھی حتی کہ ہمیں سنائی۔ جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے ان سے (سورۃ فاتحہ) کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے اسے جہراً اسلیئے پڑھا ہے تا کہ تمہیں پتہ چل جائے کہ اسکا پڑھنا ہی سنت وحق ہے۔''

محدّثِ عصر علاّمہ البانی کے بقول: حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ نمازِ جنازہ میں ((سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ.......)) کو نہ پڑھا جائے، اور اسکی عدمِ مشروعیت کا تذکرہ مسائل الامام احمد کے صفحہ ۱۵۳ پر امام ابوداؤد نے بھی کیا ہے۔ (150)

(149) بخاری مع الفتح ۲۰۳/۳، ارواء الغلیل ۱۷۸/۳، نیل الاوطار ۶۰/۴/۲، احکام الجنائز للالبانی ص ۱۱۹

(150) مسائل الامام احمد، ص: ۱۵۳ بتحقیق محمد رشید رضا طبع بیروت، المغنی ۴۰۵/۲۔۵۰۳، احکام الجنائز=

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

جبکہ علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوری اور عام علمائے حدیث ثناء کی مشروعیت کے قائل ہیں۔ (151)

اَعُوْذُبِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھیں جو کہ یہ ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ O الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ O اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ O﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے جو تمام جہانوں کا (رب) پالنے والا ہے۔ بہت بخشش کرنے والا بڑا مہربان۔ بدلے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے۔ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا۔ ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی۔''

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائلین میں سے امام شافعی و احمد اور دیگر محدّثین و علمائے حدیث کے نزدیک سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے کیونکہ جنازہ بھی ایک نماز ہے اور خود نبی ﷺ نے جنازہ کو نماز کا نام دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری شریف اور دیگر کتبِ حدیث میں مذکور ہے۔ (152)

نماز کے متعلق نبی ﷺ کا عام ارشادِ گرامی ہے:

((لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) (153)

''اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے۔''

=للالبانی، ص: ۱۲۰۔۱۱۹

(151) کتاب الجنائز للالبانی، ص: ۵۹، عون المعبود ۴/ ۵۰۷۔۵۰۶

(152) بخاری مع الفتح ۳/ ۱۸۹ باب سنۃ الصلوٰۃ علی الجنائز۔۔الخ

(153) صحیحین، سنن اربعہ، مسند احمد، صحیح الجامع: ۷۵۱۳

صحیح دینی معلومات کے لئے ''**توحید پبلیکیشنز**'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

www.mohammedmunirqamar.com

اسکے علاوہ خاص طور پر نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا خود نبی اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، بیہقی اور مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک نمازِ جنازہ پڑھائی، انہوں نے اس میں سورۂ فاتحہ (بلند آواز سے) پڑھی اور پھر (نماز کے بعد) فرمایا:

((لِتَعۡلَمُوۡا اَنَّهَا سُنَّةٌ))

''(میں نے بلند آواز سے سورۂ فاتحہ اسلیئے پڑھی ہے) تاکہ تم جان لو کہ اسکا پڑھنا سنت (نبی ﷺ کا طریقہ) ہے''۔ (154)

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں فضالہ بن امیہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ جس شخص نے حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کی نمازِ جنازہ پڑھائی اس نے سورۂ فاتحہ پڑھی تھی۔ (155)

المسند والاُم للشافعی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((اِنَّ السُّنَّةَ فِی الصَّلٰوةِ عَلَی الۡجَنَازَةِ اَنۡ يُّكَبِّرُ الۡاِمَامُ ثُمَّ يَقۡرَأُ بِفَاتِحَةِ الۡكِتَابِ)) (156)

''نمازِ جنازہ میں سنّت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے اور پھر اس میں سورۂ فاتحہ پڑھے۔''

امام اسحاق بن راہویہ، ابن تیمیہ اور بعض دیگر محدّثین نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے قائل ہیں لیکن اسے فرض نہیں سنت سمجھتے ہیں۔ (157)

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بکثرت دلائل کتبِ حدیث وفقہ میں مذکور ہیں۔ (158)

---

(154) بخاری مع الفتح ۳/۲۰۳، ارواء الغلیل ۳/۱۷۸، نیل الاوطار ۲/۴/۶۰ واحکام الجنائز، ص: ۱۱۹

(155) المنتقی مع نیل الاوطار ۲/۴/۶۱ (156) الارواء الغلیل ۳/۱۸۰۔۱۸۱ وصحہٗ الالبانی

(157) نیل الاوطار ۲/۴/۶۱ ورجحہٗ صاحب عون المعبود ۴/۵۰۹، زاد المعاد ۱/۵۰۵

(158) دیکھیئے شرح معانی الآثار طحاوی ۱/۳۳۵ باب التکبیر علیٰ الجنائز، عمدة القاری للعینی ۷/۱۴۷، ۱۴۱، ۱۴۰، امام الکلام مولانا عبدالحیٔ لکھنوی، ص ۲۳۳، التعلیق الممجد علیٰ مؤطا امام محمد لہٗ، ص: ۱۳۱، احکام الجنائز للالبانی، ص: ۱۱۹ تا ۱۲۱

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

www.mohammedmunirqamar.com

مزید برآں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (گیارہویں والے پیر صاحب) کا نظریہ بھی یہی ہے کہ نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی جائے۔(159)

احناف و مالکیہ کا مسلک: امام ابوحنیفہ و مالک رحمہما اللہ جنازہ میں قراءتِ فاتحہ کے قائل نہیں۔ احناف کے نزدیک قراءت کے طور پر سورۂ فاتحہ کو پڑھنا مکروہ تحریمی اور مالکیہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔(160)

بعض کبار علمائے احناف، علاّمہ عبدالحئی لکھنوی اور صاحب نورالایضاح (علاّمہ شرنبلالی) نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے مطلقاً قائل ہیں اور اسے ہی اَولیٰ قرار دیتے ہیں۔(161)

جبکہ سورۂ فاتحہ کو بطورِ قراءت نہیں بلکہ بطورِ دعاء پڑھنے میں تو عام علمائے احناف کے نزدیک بھی کوئی حرج نہیں۔ معلوم ہوا کہ بطورِ قراءت ہو یا بطورِ دعاء سورۂ فاتحہ کو پڑھ لینا بہرحال اَولیٰ اور مالکیہ کے سوا سب کے نزدیک جائز ہے۔(162)

دوسری قراءت: سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کی کوئی دوسری سورت پڑھنا بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارقطنی، مستدرک حاکم، المنتقیٰ ابن الجارود اور بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نمازِ جنازہ پڑھانے والے واقعہ میں مذکور ہے۔ انہوں نے سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری سورت پڑھی بعد میں پوچھنے پر بتایا:

((اِنَّهَا سُنَّةٌ وَحَقٌّ))(163)

''یہ (قراءتِ فاتحہ وسورہ پڑھنا) سنت اور حق ہے''۔

شافعیہ اور عام علمائے حدیث کا یہی مسلک ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی دوسری

---

(159) غنیۃ الطالبین مترجم، ص: ۹۰۶ (160) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/۵۲۱

(161) کتاب الجنائز للمبارکپوری، ص: ۴۷، تحفۃ الاحوذی ۴/۱۱۱، امام الکلام، ص: ۲۳۷

(162) بذل المجہود ۴/۱۶۹، الکوکب الدری ۲/۳۱۳، فتح القدیر ۱/۴۵۹، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/۵۲۱

(163) نیل الاوطار ۲/۴/۶۰، ارواء الغلیل ۳/۱۷۹ وصحّحہ الالبانی

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

سورت بھی پڑھی جائے اور اس مذکورہ حدیث سے اسی مسلک کی تائید ہوتی ہے جبکہ باقی علماء کوئی سورت پڑھنے کے قائل نہیں ہیں مگر انکے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں ہے۔(164)

درود شریف: اسکے بعد دوسری تکبیر ہے اور دوسری تکبیر کہہ کر نبی ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے جو یہ ہے:

((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلیٰ إِبْرَاھِیْمَ وَعَلیٰ آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلیٰ إِبْرَاھِیْم وَعَلیٰ آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ))(165)

''اے اللہ! صلوٰۃ و درود بھیج حضرت محمد (ﷺ) پر اور حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر جس طرح تو نے صلوٰۃ و درود بھیجا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر، بیشک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔''

یہ تمام آئمہ وفقہاء کے نزدیک مشروع ہے۔

امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ نمازِ جنازہ کا رکن ہے جبکہ امام ابو حنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ سنت ہے، المسند والأم للشافعی، مصنف ابن ابی شیبہ، مستدرک حاکم، بیہقی اور مصنف عبدالرزاق میں درود شریف پڑھنے کا ثبوت موجود ہے۔(166)

علّامہ البانیؒ نے لکھا ہے کہ خاص نمازِ جنازہ کی اس دوسری تکبیر کے بعد پڑھنے کیلئے درودِ شریف کا کوئی صیغہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور علّامہ ابن قیمؒ نے جلاء الافہام (ص

(164) نیل الاوطار ۲/۴/۶۱، الفتح الربانی ۷/۲۴۲-۲۴۱، تحفۃ الاحوذی ۴/۱۱۲ مدنی

(165) الفتح الربانی ۷/۲۴۲

(166) ارواء الغلیل ۳/۱۸۱-۱۸۰ وصحّحہ الالبانی، نیل الاوطار ۴/۹/۶۰، الفتح الربانی ۷/۲۴۱، احکام الجنائز وبدعھا، ص: ۱۲۲-۱۲۱

۲۵۵)اور امام سخاویؒ نے القول البدیع (ص۱۵۳۔۱۵۴) میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو صیغہ روایت کیا ہے اسکی سند سخت ضعیف ہے لہٰذا عام نماز میں پڑھے جانے والے صیغوں میں سے ہی کوئی پڑھے جن میں سے سات صیغے انہوں نے ''نمازِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ''میں ذکر کیئے ہیں۔(167)

میت کے لیئے دُعاء: اسکے بعد تیسری تکبیر کہے اور میت کیلیئے اخلاص کے ساتھ دُعاء کرے، کیونکہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان وبیہقی اور دیگر کتبِ حدیث میں مذکور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں میت کیلیئے اخلاص کے ساتھ دعاء کرنا مسنون ذکر ہوا ہے۔(168)

اس موقع کیلیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد دعائیں ثابت ہیں جن میں سے چندصحیح ترین دعائیں ہم ذکر کررہے ہیں۔

① پہلی دعاء: پہلی تو وہی معروف دعاء ہے جو کہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے، اسکے الفاظ یہ ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا،اَللّٰھُمَّ مَنْ أَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلٰی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّافَتَوَفَّہٗ عَلٰی الْاِیْمَانِ))(169)

''اے اللہ! ہمارے تمام زندہ ومردہ، موجود وغیر حاضر، چھوٹے بڑے مرد وزن کوبخش دے۔اے اللہ! تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے توفوت کرے اسے ایمان پر فوت کر۔''

---

(167) احکام الجنائز، ص۱۲۲ونمازِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(168) حوالہ جات سابقہ واحکام الجنائز، ص:۱۲۳، فتح الربانی ۷/۲۰۴۔۲۰۳

(169) مشکوٰۃ وصحیح 'الالبانی ۱/۵۲۷، احکام الجنائز لہٗ ص:۱۲۴، الفتح الربانی ۷/۲۳۵، ابوداؤد مع العون ۸/۴۹۹، ۴۹۸، ترمذی ۴/۱۰۵۔۱۰۴، نیل الاوطار ۲/۴/۶۳، نسائی ۲/۳/۴/۷ بشرح السیوطی وحاشیۃ السندی

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اس سے آگے ابوداؤد میں یہ بھی الفاظ ہیں:

((اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَہٗ))(170)

''اے اللہ! ہمیں اسکے اجر سے محروم نہ رکھ اور اسکے بعد ہمیں گمراہ نہ کردینا۔''

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ مذکورہ حدیث میں اس دعاء کے آخری الفاظ ((وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَہٗ)) ہیں جبکہ ایک دوسری حدیث میں ((وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ)) ہیں۔ یہ دوسری حدیث مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد کی صحیح مگر موقوف حدیث میں مذکور ہے اور اس میں دُعاء ہی دوسری ہے۔(171)

لہٰذا ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا....)) کے آخری میں ((وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَہٗ)) ہی پڑھنا چاہیئے۔

②دوسری دعاء: صحیح مسلم، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی اور مسند احمد میں دوسری دعاء یہ مذکور ہے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْأَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ، وَاَبْدِلْہُ دَاراً خَیْراً مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلاً خَیْراً مِّنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجاً خَیْراً مِّنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ))(172)

''اے اللہ! اسے بخش دے، اس پر رحم فرما، اسے عافیت عطا کر، اسے معاف کردے، اسکی اچھی مہمان نوازی کر، اسکے داخل ہونے کی جگہ کو کھلا کردے اور اس (کے گناہوں) کو پانی برف اور اولوں سے دھودے اور اسے خطاؤں سے

(170) ابوداؤد ایضاً

(171) مؤطا امام مالک مع التنویر ۱/۲۲۷، احکام الجنائز وبدعھا ص:۱۲۵، مؤطا امام محمد بتحقیق عبدالوہاب عبداللطیف، ص:۱۱۱ طبع بیروت

(172) صحیح مسلم ۲/۶۶۳ بتحقیق محمد فؤاد عبدالباقی، الفتح الربانی ۷/۲۳۸۔۲۳۷

یوں صاف و پاک کر دے جیسے کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔اسے اسکے گھر سے اچھا گھر دے۔اسکے اہلِ خانہ سے اچھے اہلِ خانہ دے اور اسے اسکی بیوی (شوہر) سے اچھی بیوی (شوہر) دے۔اسے جنت میں داخل کر اور عذابِ جہنم سے محفوظ رکھ۔''

نبی اکرم ﷺ سے یہ بہترین دعاء سننے کے بعد راویٔ حدیث حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(فَتَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذَالِکَ الْمَيِّتَ)(173)

''میں نے تمنّا کی کہ کاش! اس میت کی جگہ آج میری لاش پڑی ہوتی۔''

یہ دُعاء سند کے اعتبار سے صحیح تر ہے جبکہ پہلی دعاء والی حدیث کی سند بھی محدّثین کرام کے نزدیک صحیح ہے اور اُس پہلی دعاء کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اس میں بچے بوڑھے جوان اور مرد و زن سب کیلئے دعاء ہے اور ہر کسی کیلئے نمازِ جنازہ میں وہی پڑھی جا سکتی ہے لہٰذا صیغے بدلنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی جو کہ عام لوگوں کیلئے ویسے بھی کوئی آسان کام نہیں ہے۔

③ تیسری دعاء: ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان اور مسند احمد میں یہ دعاء وارد ہوئی ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِکَ وَحَبْلِ جِوَارِکَ،فَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ، فَاغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ،اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ))(174)

''اے اللہ! فلان بن فلاں تیرے سپرد اور تیرے جوارِ رحمت میں ہے۔اسے عذابِ قبر اور عذابِ جہنّم سے بچا۔تو بڑا اہل وفاء وحق ہے۔اسے بخش دے۔ اس پر رحم فرما۔ بیشک تو بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔''

(173) حوالہ سابقہ

(174) ابوداؤد ۲/ ۶۸، ابن ماجہ ۱/ ۴۵۶، ابن حبان: ۷۵۸، مسند احمد ۳/ ۴۹۱، احکام الجنائز للالبانی ص ۱۲۵ وصحۃ

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

④ چوتھی دعاء: مستدرک حاکم اور معجم طبرانی کبیر میں یہ دعاء آئی ہے:

((اَللّٰھُمَّ عَبْدُکَ وَابْنُ اَمَتِکَ،اِحْتَاجَ اِلٰی رَحْمَتِکَ،وَاَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ عَذَابِہٖ،اِنْ کَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِیْ حَسَنَاتِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئاً فَتَجَاوَزْ عَنْہُ)) (175)

''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیری بندی کا بیٹا ہے۔ یہ تیری رحمت کا محتاج بن گیا ہے اور تو اسے عذاب دینے سے بے نیاز ہے۔ یہ اگر نیک تھا تو اسکی نیکیوں میں اضافہ فرما اور اگر یہ خطا کار تھا تو اس سے درگزر فرما۔''

⑤ پانچویں دعاء: مؤطا مالک، مؤطا محمد اور فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ اسماعیل القاضی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف اور بالکل صحیح سند سے مروی یہ دعاء آئی ہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ،کَانَ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ،وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ،اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِناً فَزِدْفِیْ حَسَنَاتِہٖ،وَاِنْ کَانَ مُسِیْئاً فَتَجَاوَزْ عَنْ سَیِّئَاتِہٖ،اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ)) (176)

''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے اور بندی کا بیٹا ہے۔ یہ اس بات کی گواہی دیا کرتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اگر یہ نیک تھا تو اسکی نیکیوں میں اضافہ فرما اور اگر یہ خطا کار تھا تو اسکے گناہوں سے درگزر فرما۔ اے اللہ! ہمیں اسکے اجر سے محروم نہ رکھ اور اسکے بعد ہمیں کسی فتنہ میں مبتلا نہ کر دینا۔''

---

(175) مستدرک حاکم ۱/۳۵۹ وصححہ ووافقہ الذھبی، مجمع الزوائد ۳/۳۳،۳۴ مع الزیادہ، احکام الجنائز ص ۱۲۵

(176) مؤطا مالک ۱/۲۲۷، مؤطا محمد ص ۱۶۴،۱۶۵ و فضل الصلوٰۃ: ۵ (۹۳) ۲۷ بحوالہ احکام الجنائز ص ۱۲۵

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

⑥ **بچے کے جنازہ کی دعاء:** کسی بچے کی نمازِ جنازہ کیلئے بھی ایک دعاء سنن کبریٰ بیہقی میں حسن درجے کی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ثابت ہے جسکے الفاظ صرف یہ ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً وَسَلَفاً وَاَجْراً)) (177)

''اے اللہ! اسے ہمارے لیئے پیش خیمہ (سفارشی) ہم سے پہلے جانے والا اور ہمارے لیئے باعثِ اجر و ثواب بنا دے۔''

یہی دعاء صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قراءۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازہ کے ترجمہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے تعلیقاً مروی ہے جسے عبدالوھاب بن عطاء نے کتاب الجنائز میں موصولاً ذکر کیا ہے۔ (178)

سلام پھیرنا: میت کیلئے دعاء کے بعد چوتھی تکبیر ہوگی، جسکے بعد سلام پھیر لیا جاتا ہے۔ سلام عام نمازوں کی طرح دونوں طرف ہی پھیرنا چاہیئے۔ صرف دائیں طرف ایک ہی سلام پھیرنا بھی صحیح حدیث میں ثابت ہے اور یہاں سعودی عرب کے ساتھ ساتھ خلیجی ریاستوں میں صرف ایک ہی سلام کا عمل مروج ہے۔ صرف ایک ہی سلام (دائیں طرف) کا پتہ دینے والی حدیث دارقطنی (۱۹۱) بیہقی (۴۳/۴) اور مستدرک حاکم (۳۶۰/۱) میں ہے اور اسکی سند کو علاّمہ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔ اس کی تائید سنن بیہقی کی ہی ایک مرسل روایت سے بھی ہوتی ہے اور اسے متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے بھی تقویت ملتی ہے جن میں سے حضرت علی، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، ابوامامہ، واثلۃ بن اسقع رضی اللہ عنہم سے صحیح سند سے ثابت آثار مروی ہیں کہ وہ ایک ہی طرف سلام پھیرا کرتے تھے جن کی تفصیل بیہقی و مستدرک حاکم میں دیکھی جا سکتی ہے۔ (179)

(177) نیل الاوطار ۲/۴/۵۵، احکام الجنائز للالبانی ص ۱۲۷-۱۲۶ حاشیہ

(178) بخاری و فتح الباری ۳/۲۰۳، نیل الاوطار ۲/۴/۶۴

(179) احکام الجنائز ۱۲۸/۱۲۹

جنازہ کے فوراً بعد دعاء کرنے کی رسم: نمازِ جنازہ کی ادائیگی سے فارغ ہو کر (ہمارے ممالک میں عموماً مقامی زبان میں) دُعاء کرنے کا جو رواج پایا جاتا ہے وہ محض ایک رسم ہے جسے میت کے پسماندگان کے دل جیتنے اور شائد جنازہ پڑھانے کا معاوضہ بڑھانے کیلئے رواج دے دیا گیا ہے حالانکہ نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین حتی کہ آئمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس دعاء کا قائل و فاعل نہیں تھا اور کبار علمائے احناف میں سے ملا علی قاری نے بھی نمازِ جنازہ کے بعد والی اس خودساختہ دُعاء کی تردید کی ہے۔(180)

تدفین: نمازِ جنازہ کے بعد میت کی چارپائی کو قبر کے پاس لایا جائے اور اُسے اسکے قریبی عزیز قبر میں اتاریں۔ اس موقع پر بھی عموماً کلمۂ شہادت پکارا جاتا ہے حالانکہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، مسند احمد، بیہقی اور مستدرک حاکم میں میت کو قبر میں اُتارتے وقت کا جو ذکرِ مسنون منقول ہے وہ یہ ہے:

((بِسْمِ اللّٰه وَعَلٰی سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰه.)) یا ((بِسْمِ اللّٰه وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰه)) یا پھر ((بِسْمِ اللّٰه وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰه)) (181)

''اللہ کے نام سے اور اسکے رسول ﷺ کی سنّت وملت پر۔''

دعاءِ ثبات ومغفرت: تدفین سے فارغ ہونے کے بعد تمام حاضرین مِل کر میّت کیلئے ثابت قدمی اور مغفرت کی دعاء کریں کیونکہ ابوداؤد، بیہقی اور مستدرک حاکم میں ہے کہ نبی ﷺ جب میّت کی تدفین سے فارغ ہو جاتے تو فرماتے:

((اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ وَسَلُوْالَهُ التَّثَبُّتَ فَاِنَّهُ الْآنَ یُسْئَلُ)) (182)

''اپنے بھائی کے لیئے بخشش کی دُعاء مانگو اور ثابت قدمی کا سوال کرو کیونکہ اب

(180) بحوالہ جنازے کے مسائل مولانا فضل الرحمٰن، ایم اے، ص: ۱۳۵

(181) نیل الاوطار ۲/۴/۸۰، الفتح الربانی ۸/۵۸، احکام الجنائز وبدعہا ص: ۱۵۲۔۱۵۱

(182) نیل الاوطار ۲/۴/۸۹، احکام الجنائز وبدعہا ص: ۱۵۶

اُس سے سوال کیا جائے گا۔''

اسکے بعد قبرستان سے نکل کر یا اس قبر سے چالیس قدم واپس آ کر جو دُعاء کی جاتی ہے وہ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے۔ (183)

بلکہ اس کے بعد میت والوں کے گھر میں آج کل ایک دو نہیں پورے چالیس دن تک جن رسوم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے وہ کچھ بھی ثابت نہیں اور جو تعزیت ثابت ہے وہ غیر ثابت رسموں اور رواجوں تلے دب کر رہ گئی ہے، ان رسوم کے بارے میں شرعی نقطۂ نظر کی مختصر وضاحت بھی آگے آ رہی ہے۔

الغرض صحیح بخاری شریف اور دیگر کتبِ حدیث میں نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس سے اجر و ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ چلا، نمازِ جنازہ پڑھنے اور اسے دفن کرنے تک ساتھ رہا وہ دو قیراط اجر لے کر واپس آتا ہے اور ایک قیراط اُحد پہاڑ جتنا ہے اور جو شخص نمازِ جنازہ پڑھ کر تدفین میں شریک ہونے سے پہلے ہی واپس لوٹ آئے وہ بھی ایک قیراط ثواب لے کر لوٹتا ہے''۔ (184)

تکبیراتِ جنازہ کے ساتھ رفع الیدین: نمازِ جنازہ کی تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرنی چاہیئے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اہل علم کے دو قول ہیں۔ پہلی تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو کانوں یا کندھوں تک اٹھانا تو تمام آئمہ و فقہاء کے نزدیک مشروع و مسنون ہے اور یہ نبی ﷺ سے ترمذی، دار قطنی اور بیہقی میں صحیح سند سے ثابت بھی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةٍ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ وَ

---

(183) جنازے کے مسائل، ص:۱۵۳

(184) بخاری مع الفتح ۱۰۸/۱ باب اتباع الجنائز من الایمان ۱۹۶/۳

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

وَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى)) (185)

''نبی ﷺ نے جنازہ پر تکبیر کہی اور پہلی تکبیر میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور (پھر) دائیں کو بائیں پر باندھ لیا۔''

اسی طرح دارقطنی کی ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جو کہ پہلی حدیث کی شاہد ہے اس میں ہے:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِيْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ،ثُمَّ لَا يَعُوْدُ)) (186)

''نبی ﷺ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے پھر دوبارہ (دوسری تکبیروں میں) نہیں کرتے تھے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے سوا نبی ﷺ سے رفع یدین کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں تاہم امام ترمذی فرماتے ہیں:

''اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنے کے قائل تھے۔ امام ابن المبارک، احمد، شافعی اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مسلک ہے جبکہ امام سفیان ثوری مالکیہ اور احناف پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہ کرنے کے قائل ہیں۔''

علاّمہ ابن حزم، امام شوکانی، شیخ البانی اور بعض دیگر اہلِ تحقیق و علمائے حدیث کا مسلک بھی یہی ہے کہ تکبیرِ اولیٰ کے بعد رفع یدین نہ کی جائے۔ (187) باقی تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کے اثبات میں جو ایک مرفوع روایت ہے وہ تو ضعیف ہے۔ صرف سنن کبریٰ بیہقی (۴۴/۴) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً مگر صحیح سند سے ثابت ہے کہ وہ نمازِ جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے اور جسکا خیال ہے کہ وہ نبی ﷺ سے کچھ معلومات حاصل

---

(185) ترمذی ۲/۱۶۵، دارقطنی ۱۹۲، بیہقی ۴/ ۲۷، احکام الجنائز: ص ۱۱۵، ۱۱۶

(186) دارقطنی ۱۹۲، واحکام الجنائز: ص ۱۱۶ (187) احکام الجنائز وبدعہا، ص: ۱۱۶۔۱۱۵

ہوئے بغیر ایسا نہیں کرتے ہونگے وہ رفع یدین کرسکتا ہے۔ (188)

قراءت سرّی یا جہری؟: نمازِ جنازہ میں قراءت کے سرّی یا جہری ہونے میں اہلِ علم کے تین قول ہیں:

① پہلا یہ کہ نمازِ جنازہ کا سرّاً پڑھنا مستحب ہے اکثر آئمہ وفقہا کا یہی مسلک ہے اور ان سب کا استدلال نسائی، محلّٰی ابن حزم اور معانی الآثار طحاوی میں مذکور ایک صحیح حدیث سے ہے جس میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَلسُّنَّۃُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ اَنْ یَّقْرَأَ فِی التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی بِاُمِّ الْقُرْآنِ مَخَافَتَۃً ثُمَّ یُکَبِّرُ ثَلَاثاً وَالتَّسْلِیْمُ عِنْدَ الْآخِرَۃِ)) (189)

’’سنت یہ ہے کہ جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد خاموشی سے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے‘‘۔

② بعض آئمہ وفقہاء اور علمائے حدیث کے نزدیک سرّاً اور جہراً دونوں طرح ہی یکساں ہے، اُن کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے جنازہ کی بعض دعائیں روایت کی ہیں، انکا کہنا ہے کہ نبی ﷺ نے جہراً یہ دعائیں پڑھی تھیں تبھی تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان دعاؤں کو سنا اور یاد رکھا پھر بیان کیا۔ (190)

صحیح مسلم (191)، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی اور مسند احمد میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کی نمازِ جنازہ پڑھی، اور اسمیں میت کیلئے ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ)) والی دُعاء فرمائی:

---

(188) احکام الجنائز وبدعہا،ص:۱۱۶۔۱۱۵

(189) نسائی ۱/۲۸۱ محلّٰی ۳/۵/۱۲۹

(190) المحلّٰی ۳/۵/۱۲۹، المجموع شرح المھذّب للنووی ۵/۱۸۹ طبع مصر وصحّحہ، احکام الجنائز وبدعہا، ص:۱۱۲۔۱۱۱، ورجح الالبانی الاسرار بھا

(191) صحیح مسلم ۲/۶۶۳، نیل الاوطار ۲/۴/۶۵۔۶۱، المغنی ۲/۴۰۵۔۴۰۴ طبع مصر

((فَتَمَنَّيْتُ أَنْ اَكُوْنَ أَنَا ذٰلِکَ الْمَيِّتَ)) (192)

''آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ دعاء سن کر میرے دل نے یہ تمنا کی کہ کاش اس میت کی جگہ آج میرا جنازہ ہوتا''۔

جہری قراءت والوں نے اس حدیثِ مذکور سے بھی دلیل لی ہے۔

قائلینِ سرّ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم کی روایت میں جو بلند آواز سے جنازہ پڑھنا وارد ہوا ہے تو وہ محض لوگوں کو نمازِ جنازہ کی تعلیم دینے کیلئے تھا جیسا کہ بخاری شریف اور دیگر کتبِ حدیث کے حوالہ سے انکے الفاظ ہیں:

((لِتَعْلَمُوْا أَنَّهَا سُنَّةٌ)) (193)

''میں نے جہراً نمازِ جنازہ اسلیئے پڑھی ہے تاکہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ جنازہ میں یہ (قراءتِ فاتحہ) سنت ہے''۔

معلوم ہوا کہ تعلیمِ جنازہ کی غرض سے امام کا جہراً نمازِ جنازہ پڑھنا بھی صحیح ہے اور آج کل اُس وقت کی نسبت حالات بہت مختلف ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت اہلِ علم تھی اور آج اسکے بالکل برعکس معاملہ ہے لہذا جہراً پڑھنا عین اس مصلحت کے مطابق ہے جسکا بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر فرمایا ہے۔

③ ویسے ان ہر دو طریقوں میں سے کسی پر اصرار بھی درست نہیں اور نہ ہی کسی کا انکار مناسب بلکہ دونوں طرح ہی جائز ہے، اور بعض شافعیہ نے ان ہر دو مسلکوں کے درمیان والی راہ اپنائی ہے، ان کا کہنا ہے رات کو جنازہ پڑھیں تو جہراً اور دن ہو تو سرّاً۔ (194)

لیکن یہ تفریق محض نمازِ پنجگانہ پر قیاس ہے، اسکی کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔

---

(192) قد مرّ تخریجہ، ومسلم ۲/۶۶۳ بتحقیق محمد فؤاد عبدالباقی (193) قد سبق تخریجہ
(194) الفتح الربانی ۷/۲۴۲

دیگر متفرّق مسائلِ جنازہ

نماز جنازہ غائبانہ:

امام شافعی،احمد بن حنبل،جمہور سلف اور تمام علماء حدیث کے نزدیک نمازِ جنازہ غائبانہ صحیح ہے اور انکی دلیل نجاشی کی نمازِ جنازہ والا واقعہ ہے۔علاّمہ ابن حزم لکھتے ہیں کہ کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں کہ وہ نمازِ جنازہ غائبانہ سے کسی کو منع کرتے ہوں۔(195)

جبکہ بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ پر وفات پا جائے جہاں لوگوں نے اسکی نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو تو اسکی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور اسکی دلیل نبی ﷺ کے نجاشی ٔحبشہ کی نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھنے والا واقعہ ہے جو کہ صحیح بخاری و مسلم،سنن اربعہ،ابن حبان،بیہقی،طیالسی اور مسند احمد میں وارد ہوا ہے۔(196)

علاّمہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ ہر کسی کی نمازِ جنازہ غائبانہ نہیں پڑھا کرتے تھے لیکن صحیح احادیث میں آپ ﷺ کا نجاشی کی نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھنا ثابت ہے اسکی بنا پر اس میں تین طرح کا اختلاف ہے:

① اس واقعہ میں ہر کسی کی نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھنے کی دلیل ہے اور یہ امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے۔(197)

② یہ صرف نجاشی کے ساتھ ہی خاص ہے کسی دوسرے کیلئے نہیں اور یہ امام ابو حنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہما کی رائے ہے۔(198)

---

(195) المحلّی ۳/۵، فتح الباری ۳/۱۸۸۔۱۸۹

(196) بخاری مع الفتح ۳/۸۶،۲۰۲،ابوداؤد مع العون ۹/۵۔۲۱،الفتح الربانی ۷/۲۱۸۔۲۲۳،مفصل تخریج کے لیئے دیکھیئے:احکام الجنائز للالبانی ص ۹۰۔۹۱

(197) فتح الباری ۳/۱۸۸۔۱۸۹

(198) دیکھیئے: فتح القدیر شرح ہدایہ ۱/۴۵۶

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

③ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا اختیار یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے علاقے میں وفات پائے جہاں اسکی نمازِ جنازہ نہ پڑھی گئی ہو اسکی نماز، جنازہ غائبانہ پڑھی جائے گی جیسا کہ نجاشی کا واقعہ ہے کیونکہ انکی وفات کفار کے مابین ہوئی تھی اور انکی نمازِ جنازہ کسی نے نہیں پڑھی تھی۔اور اگر کسی کی وفات کے مقام پر اسکی نماز جنازہ پڑھی گئی ہو تو پھر اسکی نمازِ جنازہ گائبانہ نہیں پڑھی جائے گی۔حنابلہ کے تین اقوال میں سے صحیح تر یہی ہے۔(199)

اسی رائے کو امام خطابی شافعی نے معالم السنن میں اختیار کیا ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ نجاشی اسلام لے آئے تھے اور مسلمان فوت ہو تو اسکی نمازِ جنازہ پڑھنا واجب ہے اور حبشہ میں انکی نمازِ جنازہ کسی نے نہیں پڑھی تھی لہٰذا نبی ﷺ نے انکی نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھی تھی۔

غرض اسی بناء پر جسکی نمازِ جنازہ اسکی جائے وفات پر پڑھی جائے اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور اگر کسی بھی وجہ سے وہاں اسکی نمازِ جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو پھر غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا سنّت ہے۔

علّامہ خطابی مزید لکھتے ہے:

’’بعض اہلِ علم نمازِ جنازہ غائبانہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور انکا کہنا ہے کہ نجاشی والا واقعہ انہی کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ بعض روایات کی رو سے نبی ﷺ کو انکی نعش دکھا دی گئی تھی۔لیکن یہ تاویل فاسد ہے کیونکہ تخصیص کسی صحیح دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔‘‘(200)

امام نووی رحمہ اللہ نے المجموع شرح المہذب میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کو نجاشی کی نعش دکھلا دی گئی تھی یہ روایت محض تخیل کی پیداوار و جعلی ہے اور پھر انہوں نے معاویہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ غائبانہ کیلیئے نبی ﷺ کی خاطر زمین کے سمیٹ لیئے جانے والی روایت ذکر کر کے اسے بھی انہوں نے امام بخاری و بیہقی کے حوالے سے ضعیف قرار دیا ہے۔(201)

(199) زاد المعاد ۱/۵۱۹۔۵۲۱ (200) معالم السنن خطابی ۱/۱/۲۷۰
(201) المجموع ۵/۲۰۹ تا ۲۱۰

شافعیہ میں سے ہی امام رویانی نے بھی امام خطابی کی رائے کو بنظر استحسان دیکھا ہے اور یہی امام ابوداؤد کا مذہب ہے کیونکہ انہوں نے اپنی سنن میں اس حدیثِ نجاشی پر یہی تبویب کی ہے۔ (202)

متاخرین علماء میں سے امام صالح المقبلی نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے جیسا کہ امام شوکانی نے ذکر کیا ہے۔ (203)

اور انہوں نے اس حدیث کے بعض طرق میں واردان کلمات سے دلیل لی ہے جو اسطرح ہیں:

((اِنَّ اَخَاکُمْ قَدْمَاتَ بِغَیْرِ اَرْضِکُمْ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلَیْہِ))

''تمہارا ایک بھائی تمہاری سرزمین سے باہر ایک جگہ (حبشہ میں) فوت ہوگیا ہے لہٰذا اٹھو اور اسکی نمازِ جنازہ پڑھو۔''

اور علاّمہ البانی نے اسکی سند کو بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔

ہر کسی پر نمازِ جنازہ غائبانہ کی عدمِ مشروعیت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی وفات پر صحابہ وتابعین نے انکی نمازِ جنازہ غائبانہ نہیں پڑھی تھی۔ (204)

مگر حافظ ابن حجر نے اس بات کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ نمازِ جنازہ غائبانہ کے بعض دیگر واقعات بھی ملتے ہیں۔ (205)

نماز جنازہ کا حکم:

ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے لیکن دو قسم کے لوگوں کی نماز واجب تو نہیں البتہ پڑھ لینا مشروع و مستحب ہے، ان میں سے پہلی قسم کے لوگ نابالغ بچے۔ (206)

(202) باب فی الصلوٰۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک، ابوداؤد ۳/۲۱۲ بتحقیق محی الدین عبدالحمید

(203) نیل الاوطار ۲/۴/۴۳ (204) للتفصیل احکام الجنائز للالبانی ص ۹۲-۹۳

(205) فتح الباری ۳/۱۸۸-۱۸۹ (206) تفصیل کیلئے دیکھیئے ابوداؤد والعون ۸/۴۷۷-۴۷۶، محلّی ابن حزم ۳/۵/۱۸۵، الفتح الربانی ۷/۲۱۱-۲۰۶، احکام الجنائز وبدعہا، ص: ۸۰-۷۹

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

www.mohammedmunirqamar.com

اور دوسرے شہداء ہیں۔ (207)

① نابالغ بچے اور سِقط (جو اتمامِ تخلیق سے پہلے ہی بطنِ مادر سے ساقط ہو جائے) کی نمازِ جنازہ کے مشروع ہونے کے دلائل پر مبنی احادیث صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں موجود ہیں۔ (208)

② شہید کی نمازِ جنازہ کی مشروعیت کے دلائل صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد سمیت دیگر کتبِ حدیث میں مذکور ہیں۔ (209)

ان کے علاوہ بھی بعض لوگ ہیں مثلاً:

③ جو شخص حدود اللہ کے نفاذ کی وجہ سے قتل کیا گیا ہو اسکی نمازِ جنازہ بھی مشروع ہے جیسا کہ مسلم و ابوداؤد، ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ایک عورت صحابیہ کے رجم کا واقعہ ہے جسکی نمازِ جنازہ خود نبی ﷺ نے پڑھی۔ (210)

④ فاسق و فاخر کی نمازِ جنازہ بھی مشروع ہے اور اسکے دلائل پر مبنی احادیث صحیح مسلم، سنن اربعہ اور مسند احمد میں مذکور ہیں۔ (211)

---

(207) تفصیل کیلئے دیکھیئے ابوداؤد والعون ۸/۴۱۳-۴۰۸، الفتح الربانی ۷/۲۰۶-۲۰۴ ایضاً، ۷/۱۵۹ و ما بعد و ۱۸۱ و ما بعد، ترمذی و تحفۃ الاحوذی ۴/۳۰-۲۶، بخاری و فتح الباری ۳/۲۱۱-۲۰۹، النیل ۲/۴/۴۲ و ما بعد، احکام الجنائز و بدعہا، ص: ۸۰

(208) دیکھیئے الفتح الربانی ۷/۲۰۶ و ما بعد، احکام الجنائز و بدعہا، ص: ۸۱-۸۰، زاد المعاد ۱/۵۱۳ و ما بعد، فتح الباری ۳/۱۲۲-۲۰۱ مع حاشیہ لابن باز

(209) تفصیل کیلئے دیکھیئے بخاری مع الفتح الباری ۳/۲۱۱-۲۰۹، نیل الاوطار ۲/۴/۴۲ و ما بعد، احکام الجنائز، ص: ۸۳

(210) الفتح الربانی ۷/۲۱۵ و ما بعد، النیل ۲/۴/۴۷ و ما بعد، زاد المعاد ۱/۵۱۷-۵۱۵، احکام الجنائز، ص: ۸۳

(211) الفتح الربانی ۷/۲۱۲ و ما بعد، بخاری مع الفتح ۳/۲۲۶ و ما بعد، النیل ۲/۴/۴۶ و ما بعد، احکام الجنائز، ص: ۸۵-۸۳

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

⑤ قرضدار کی نمازِ جنازہ بھی مشروع ہے جسکے دلائل پر مشتمل احادیث صحاح وسنن میں مذکور ہیں۔ (212) اگرچہ شروع شروع میں نبی اکرم ﷺ ایسے لوگوں کی نماز نہیں پڑھتے تھے جن پر قرضہ ہو اور وہ اس قرض کی ادائیگی کے برابر مال نہ چھوڑ کر مرے ہوں تاہم آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرما دیتے کہ تم اس کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ جیسا کہ صحیح بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور مسند احمد کی بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ (213)

اور پھر جب فتوحات کے نتیجہ میں بیت المال غنی ہوگیا تو آپ ﷺ میت کا قرضہ ادا کر دیتے اور نماز جنازہ بھی پڑھا دیتے تھے جیسا کہ صحیحین وسنن اربعہ، دارمی، طیالسی اور مسند احمد کی احادیث شاہد ہیں۔ (214)

قبر پر نمازِ جنازہ:

اگر کوئی شخص وفات پا جائے اور اسے نماز جنازہ پڑھے بغیر یا پھر بعض لوگوں نے پڑھ لی اور بعض نہ پڑھ سکے ہوں جن میں ہی امام بھی ہو تو اسکی تدفین کے بعد قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں مسجد نبوی ﷺ میں جھاڑو دینے والی ایک عورت اور بعض دیگر لوگوں کی قبروں پر جا کر نبی ﷺ کا باجماعت نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے۔ (215)

لیکن اگر ایسی کوئی صورت نہیں تو پھر سامنے میت رکھ کر قبرستان کے اندر اسکی نماز جنازہ جائز نہیں جیسا کہ معجم طبرانی اوسط، الاحادیث المختارہ للضیاء المقدسی اور مصنف ابن ابی

---

(212) بحوالہ احکام الجنائز، ص: ۸۶۔۸۵

(213) دیکھیئے: احکام الجنائز للالبانی، ص ۸۵۔۸۶

(214) دیکھیئے: احکام الجنائز للالبانی، ص ۸۵۔۸۶

(215) بخاری وفتح الباری ۳/۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۸، الفتح الربانی ۷/۲۲۳۔۲۲۹، النیل ۲/۴/۸۹۔۸۸، ابوداؤد مع العون ۹/۵۰۳، احکام الجنائز، ص: ۸۹۔۸۷ وانظر ایضاً، ص: ۱۰۸، ۲۱۰ تا ۲۱۵

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

شیبہ کی ایک حدیث میں نبی ﷺ نے قبروں کے مابین جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (216)

متعدد جنازوں کی ایک نماز:

متعدد جنازے اکٹھے ہو جائیں تو شہداءِ اُحد کے جنازوں کی طرح انکی الگ الگ نمازِ جنازہ پڑھنے کے اصل اور افضل ہونے کے علاوہ یہ بھی جائز ہے کہ ان سب کی اکٹھی ایک ہی نمازِ جنازہ پڑھ لی جائے اور اجتماعی جنازہ کی شکل میں مَردوں اور لڑکوں کی میتوں کو امام والی جانب اور عورتوں کی میتوں کو قبلہ والی جانب رکھنا چاہیئے اسکے دلائل پر مشتمل احادیث ابوداؤد، نسائی، دارقطنی اور بیہقی میں مذکور ہیں۔ (217)

اوقاتِ ممانعتِ تدفین:

طلوع وغروب اور زوالِ آفتاب کے تین اوقات میں نہ نمازِ جنازہ پڑھنی چاہیئے اور نہ ہی میت کو دفن کرنا چاہیئے۔ اسی طرح بلا عذر رات کو بھی دفن نہ کرنا ہی بہتر ہے لیکن بوقتِ ضرورت وعذر جائز ہے۔ (218)

پہلے تین اوقات میں نمازِ جنازہ وتدفین کی ممانعت صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی، طیاسی اور مسند احمد میں نبی ﷺ سے وارد ہوئی ہے اور بعض احادیث وآثار سے جواز کا پتہ چلتا ہے۔ (219)

میّت کی دوسرے ملک منتقلی:

میت کو کسی شدید ضرورت کے بغیر بھی کسی دوسرے ملک یا علاقے میں لے جا کر دفن

(216) احکام الجنائز البانی، ص ۱۰۸

(217) ابوداؤد مع العون ۸/۴۸۴۔۴۸۳، النیل ۲/۴/۶۷، احکام الجنائز، ص: ۱۰۵۔۱۰۳

(218) بخاری مع الفتح ۳/۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۸، ابوداؤد مع العون ۸/۴۴۶۔۴۴۴، الفتح الربانی ۸/۸۰۔۹۷، المحلّی ۳/۵/۱۱۵۔۱۱۴، احکام الجنائز، ص: ۱۴۲۔۱۳۹، النیل ۲/۴/۸۹۔۸۸

(219) احکام الجنائز ۱۳۰، ۱۳۹۔۱۴۲ بمعہ حاشیہ

www.mohammedmunirqamar.com

کرنا جائز ہے چنانچہ مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہما مقام عقیق پر فوت ہوئے اور انہیں مدینہ منورہ میں لا کر دفن کیا گیا۔(220)

منتقی الاخبار کی شرح نیل الاوطار میں امام شوکانی نے اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث میں میت کو ایک جگہ سے دوسرے مقام پر منتقل کر کے وہاں دفن کرنے کا جواز پایا جاتا ہے اور اصل جواز ہی ہے اور کسی دلیل کے بغیر ممانعت نہیں کی جا سکتی۔(221) تاہم بعض اہل علم نے کسی شدید ضرورت کے بغیر میت کو دوسرے ملک یا علاقے میں لے جا کر دفن کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔(222)

لحد یا شق ؟

قبر میں لحد اور شق دونوں ثابت اور جائز ہیں لیکن لحد افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ کی لحد ہی بنائی گئی تھی۔(223)

اور یہ تب ہے جب زمین سخت ہو اور زمین کے نرم ہونے کی شکل میں شق احوط و بہتر ہے۔(224)

بیوی کی تدفین میں شوہر کی شرکت:

تدفین کے وقت شوہر کیلئے جائز ہے کہ وہ بیوی کو لحد و شق (قبر) میں اتارے جیسا کہ غسلِ میت کے ضمن میں مذکور حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

(220) مؤطا مع تنویر الحوالک ۱/۱/۲۳۲ دار الکتب بیروت

(221) نیل الاوطار ۲/۴/۱۱۲۔۱۱۴

(222) عون المعبود شرح ابوداؤد ۸/۴۴۷۔۴۴۸

(223) مسلم، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد بحوالہ الجنائز ۱۴۴۔۱۴۵ والنیل ایضاً

(224) النیل ۲/۴/۸۰۔۷۹، الفتح الربانی ۸/۵۶۔۵۲، احکام الجنائز ص: ۱۴۵۔۱۴۴

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

((....وَدَفَنْتُکِ)) ’’میں تجھے دفن کرتا۔‘‘(225)

البتہ اس سلسلہ میں ایک شرط آئی ہے کہ اس رات اس کے شوہر نے اپنی کسی بیوی سے جماع نہ کیا ہو۔(226)

اگر ایسا ہے تو پھر کوئی دوسرا آدمی قبر میں اتارنے کی ذمہ داری نبھائے چاہے وہ اجنبی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ کی ایک لختِ جگر کو اسی بناء پر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا تھا۔(227)

میّت کو قبر میں اتارنا:

میت کو قبر کی پائینتی سے قبر میں اتارا جائے جیسا کہ ابوداؤد، مسند احمد، بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور حدیث سے پتہ چلتا ہے۔(228)

میت کو قبر میں دائیں کروٹ پر کر دینا چاہیئے جس سے اسکا مُنہ قبلہ کی طرف ہو جائے گا۔ جیسا کہ علاّمہ ابن حزم نے المحلّٰی میں ذکر کیا ہے کہ عہدِ رسالت سے آج تک یہی طریقہ معمول بہ آرہا ہے۔(229)

قبر پر مٹی ڈالنا:

دفن کرتے وقت وہاں موجود ہر شخص کیلئے قبر میں کم از کم تین لپیں مٹی ڈالنا مستحب و کارِ ثواب ہے، نبی ﷺ نے قبر کے سرہانے والی جانب سے تین لپیں مٹی ڈالی تھی جیسا کہ ابن ماجہ

---

(225) قدمرّ وانظر احکام الجنائز، ص:۱۴۹۔۱۴۸

(226) بخاری، مسند احمد، مستدرک حاکم بیہقی بحوالہ الجنائز ۱۴۹

(227) حوالہ جات سابقہ

(228) الفتح الربانی ۸/۶۳۔۶۰، ابوداؤد مع العون ۹/۳۰۔۲۹، النیل ۴/۲/۸۲۔۸۰، احکام الجنائز، ص:۱۵۱۔۱۵۰

(229) المحلّٰی لابن حزم ۳/۵/۱۷۳، احکام الجنائز، ص:۱۵۱

میں وارد ہوا ہے۔ (230)

بعض فقہاء سے تسامح ہوا ہے اور انہوں نے یہ لکھ مارا ہے کہ پہلی لپ ڈالتے وقت کہیں: ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ﴾ دوسری لپ ڈالتے وقت کہیں: ﴿وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ﴾ اور تیسری لپ ڈالتے وقت کہیں: ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى﴾ یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور ایک روایت جو کہ مسند احمد (۲۵۴/۵) کی ہے، وہ سخت ضعیف و ناقابلِ حجّت ہے۔ (231)

قبر کی اونچائی:

قبر کو زمین سے بالشت بھر اونچا کرنا چاہیئے تا کہ وہ نظر آئے اور چلتے پھرتے کوئی اوپر سے نہ گزرے نہ کوئی اوپر بیٹھے۔ ابوداؤد، صحیح ابن حبان اور سنن کبریٰ بیہقی کی دو احادیث میں حضرت جابر اور حضرت مطلب بن ابووداعہ رضی اللہ عنہما کا بیان موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک زمین سے ایک بالشت کے قریب اونچی کی گئی اور (نشانی کے طور) پر اسکے سرہانے ایک اینٹ گاڑ دی گئی اور ایسا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے ساتھ کیا تھا اور پتھر نصب کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ پہچانی جا سکے اور دوسرے اہلِ خانہ کو بھی قریب دفن کیا جا سکے۔ (232)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھے محبوب یہ ہے کہ قبر کے اندر سے نکلنے والی مٹی پر کوئی اضافہ نہ کیا جائے ورنہ قبر بہت اونچی ہو جائے گی اسکی اونچائی صرف ایک بالشت کے قریب ہی کافی ہے اور امام نووی نے اسی مقدار پر تمام شافعیہ کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (233)

(230) ابن ماجہ ۴۷۴/۱، النیل ۸۱/۴/۲۔۸۰، احکام الجنائز ص: ۱۵۳

(231) احکام الجنائز للالبانی ص ۱۵۳ حاشیہ

(232) ابوداؤد، ابن حبان۔ الموارد ۲۱۶۰ بیہقی ۴۱۰/۳ وحسنہ الالبانی فی الجنائز ۱۵۳

(233) کتاب الام شافعی ۲۴۵/۱، المجموع شرح المہذب امام نووی ۲۹۶/۵

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

قبر کو اوپر سے کوہان نما (ڈھلان والی) بنانا چاہیئے کیونکہ صحیح بخاری، بیہقی اور ابن ابی شیبہ میں نبی ﷺ اور آپ کے دونوں خلفاء حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی یہی شکل مذکور ہے۔(234)

قبر پر آذان؟

میت کو قبر میں اتارتے وقت یا تدفین سے فارغ ہو کر آجکل بعض جگہوں پر جو آذان کہی جاتی ہے اس کا شریعتِ مصطفیٰ ﷺ میں کہیں سراغ نہیں ملتا بلکہ یہ عہدِ رسالت، زمانۂ صحابہ اور دورِ آئمہ کے بعد کی ایجادِ نو اور بدعت ہے۔(235) اگر کوئی اس کا ثبوت پوچھ بیٹھے تو جواب ملتا ہے کہ جب بچہ اس جہانِ رنگ و بُو میں آتا ہے تو اُس کے کان میں آذان کہی جاتی ہے تا کہ اس کی سماعت کا آغاز توحید و رسالت کے پاکیزہ کلمات سے ہو۔(236) اسی طرح اس کے خاتمہ بالخیر کیلئے تدفین کے وقت آذان کہی جاتی ہے۔(237)

ان سے پوچھیں کہ آیا یہ خاتمہ بالخیر قرآن کی کسی آیت سے ثابت ہوتا ہے؟ نبی ﷺ کی کسی حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے؟ یا خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر عمل کیا؟ کہیں سے بھی اس کا پتہ نہیں ملتا۔

شارح بخاری علاّمہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ سنّت نہیں، یہ بدعت اور ایجادِ بندہ ہے۔''

(234) بحوالہ احکام الجنائز ۱۵۴

(235) دیکھیئے فقہ حنفیہ کی کتاب شامی ۱/۶۵۹، ایضاً درر البحار اور بریلوی مسلک کی کتاب جاء الحق، ص:۳۰۳، احکام الجنائز، ص:۱۵۳ حاشیہ ابن عابدین ۱/۸۳۷

(236) یاد رہے کہ اس آذان کا پتہ دینے والی احادیث بھی صحیح نہیں ہیں۔

(237) بوقتِ ولادت بچے کے کان میں آذان کہنے سے متعلقہ احادیث پر بھی بعض اہلِ علم نے کلام کیا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھیئے: ''بذل المجهود فيما ورد من الآذان والاقامة فی اذنی المولود'' از شیخ باسم طاہر عنایت۔ دار السنہ، الخبر

اوروہ مزید لکھتے ہیں:

(مَنْ ظَنَّ اَنَّهُ سُنَّةٌ قِيَاساً عَلٰى نُدُبِهَا لِلْمَوْلُوْدِ اِلْحَاقًا بِخَاتِمَةِ الْاَمْرِ بِاِبْتِدَائِهِ لَمْ يُصِبْ)

''جس نے اس کے سنّت ہونے کو بچے کے کان میں آذان دینے پر قیاس کیا کہ اس کا انجام بھی ابتداء کی طرح خیر پر ہو، وہ غلطی پر ہے۔''

آج کل اللہ خیر کرے، یہودی نے ایک اور مکّارانہ وعیارانہ چال چلی ہے، بچے کے کان میں آذان کہہ کر اسلامی رُوح پھونکنے کی بجائے اُسے اس جہاں میں قدم رکھتے ہی نغمہ وموسیقی سنائی جاتی ہے اور اسے میڈیکل کا ایک مسئلہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ یہ چیز ماڈرن طرز کے میٹرنٹی ہومز (زچہ بچہ سنٹرز) میں روز افزوں رواج پذیر ہورہی ہے۔ یہودی چاہتا ہے کہ جنم لیتے ہی ''شاہین بچے'' کو ایسی چاٹ لگاؤ جو اس کی زندگی میں رچ بس جائے، اس کی قوتِ ایمانی زائل ہوجائے اور وہ ہمارا دست وبازو بن جائے۔ ع

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

اھلِ میت کے گھر کھانا ونوحہ:

ہمارے یہاں جو معروف ہے کہ میّت کے پسماندگان تعزیت کیلئے آنے والوں کیلئے کھانا تیار کرتے ہیں، یہ قطعاً خلافِ سنت ہے بلکہ مسند احمد وابن ماجہ کی ایک صحیح سند والی حدیث میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهٖ مِنَ النِّيَاحَةِ))(238)

''تدفین کے بعد ورثاء میت کے ہاں اجتماع کرنے اور کھانا تیار کرنے کو ہم

(238) ابن ماجہ، مسند احمد، احکام الجنائز، ص: ۱۷٦

نوحہ وبَین شمار کرتے تھے۔‘‘

جبکہ نوحہ کرنے والوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (ﷺ) النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ)) (ابو داؤد)

’’رسول اللہ (ﷺ) نے نوحہ کرنے اور نوحہ سننے والی، دونوں عورتوں پر لعنت کی ہے۔‘‘

علماء احناف کے اقوال:

اوّل الذکر حدیث جو کہ مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں ہے، اس کے حاشیہ پر:

❀ علّامہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

’’یہ حدیث بمنزلہ اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے اور نبی ﷺ کی تقریری حدیث ہے اور ہر دو طرح سے دلیل وحجت ہے۔‘‘

آگے جا کر لکھتے ہیں:

’’اہلِ میّت کے ہاں اس طرح کھانا تیار کرنا خلافِ سنّت ہے۔‘‘

❀ علّامہ ابن ہمام جو حنفیہ کے سرتاج مانے جاتے ہیں۔ وہ ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں حدیث کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں، جن میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((قَدْ جَآءَ هُمْ اَمْرٌ لِيَشْغَلُهُمْ))

’’انہیں ایک مصیبت (موت) نے مشغول کر دیا ہے۔‘‘

حدیث کے ان الفاظ کے حاشیہ پر وہ لکھتے ہیں:

(يُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبِحَةٌ) (حاشیہ فتح القدیر)

’’اہلِ میّت سے ضیافت لینا مکروہ ہے، کیونکہ یہ ایامِ سرور میں مشروع ہے نہ کہ

ایامِ شرور و مصائب میں، یہ ایک بدترین بدعت ہے۔"

سنت یہ ہے کہ مرنے والے کے اقرباء اسکے پسماندگان کیلئے کھانا تیار کریں۔ (239)

بہرحال میت کے پسماندگان سے ضیافت حاصل کرنا ممنوع ہے۔ (240)

بعض دیگر بدعات۔کتبِ فقۂ حنفیہ کی روشنی میں:

قُل، تیجا، ساتا، (دسواں)، چہلم اور برسی منانا بدعت ہیں۔ (241) یہاں بعض حنفی علماء کی آراء ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ تلخیص السنن میں ہے:

① (اَلِا جتِمَاعُ فِیْ یَوْمِ الثَّالِثِ خُصُوْصاً لَیْسَ فِیْهِ فَرِیْضَةٌ وَلَا فِیْـهِ وُجُوْبٌ وَلَا فِیْهِ اِسْتِحْبَابٌ وَلَا فِیْهِ مَنْفَعَةٌ وَلَا فِیْهِ مَصْلَحَةٌ فِیْ الدِّیْنِ بَـلْ فِیْـهِ طَعْنٌ وَمَذَمَّةٌ وَمَلَامَةٌ عَلَیٰ السَّلَفِ حَیْثُ لَمْ یَنْتَبِهُوْالَهٗ،بَلْ عَلَیٰ النَّبِیِّ (ﷺ) حَیْـثُ تَـرَکَ حُقُـوْقَ الْـمَیِّتِ بَلْ عَلٰی اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی حَیْثُ لَمْ یُکْمِلِ الشَّرِیْعَةَ وَقَدْ قَالَ فِیْ تَکْمِیْلِ الشَّرِیْعَةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾.الخ) (تلخیص السّنن)

"تیسرے دن خاص طور پر اجتماع (قُل) فرض ہے نہ واجب، سنّت ہے نہ مستحب۔ اس میں کوئی منفعت ہے نہ دینی مصلحت، بلکہ یہ طعن، مذمت اور ملامت ہے سلفِ صالحین پر کہ وہ اس کام سے ناواقف رہے، بلکہ نبی ﷺ پر بھی کہ آپ ﷺ نے حقوقِ میّت ترک کردیئے اور خود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر بھی کہ

(239) ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، دارقطنی، بیہقی، مستدرک حاکم، الام للشافعی، احکام الجنائز وبدعہا، ص:۱۶۷، فتح القدیر شرح ہدایہ لابن الہمام ۱/۴۷۳

(240) تلبیسِ ابلیس لابن الجوزی، ص:۳۴۱، فتح القدیر شرح ہدایہ ۱/۴۷۳، المدخل ۳/۲۷۶۔۲۷۵، اصلاح المساجد، ص:۱۸۱، احکام الجنائز وبدعہا، ص:۲۵۶

(241) شرح الطریقۃ المحمدیہ للحازمی ۳۲۲۴، المدخل ۲/۱۱۴، ۳/۲۷۹۔۲۷۸

اُس نے شریعت کو مکمل نہ کیا۔ جبکہ وہ آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ میں شریعتِ محمدیہ کی تکمیل کا اعلان کر چکا ہے۔"

گویا تعزیت کے نام پر یہ اجتماعات اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ اور اسلافِ امت پر الزام عائد کرنے کے مترادف ہیں۔

② فتاویٰ بزاریہ میں یومِ اوّل، تیجے اور ساتے کو مکروہ قرار دینے کے بعد میّت کے لیئے قرآن خوانی اور ختم شریف کے متعلق لکھا ہے:

(یُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الدَّعْوَۃِ لِقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَآءِ وَالْفُقَرَآءِ لِلْخَتْمِ اَوْلِقِرَاءَۃِ سُوْرَۃِ الْاَنْعَامِ اَوِالْاِخْلَاصِ)

"قرآن خوانی کی دعوت کرنا، ختم شریف کے لیئے، سورۂ انعام پڑھنے کے لیئے اور سورۂ اخلاص کی تلاوت کی خاطر صلحاء وفقراء کو جمع کرنا مکروہ ہے۔"

③ برصغیر کو سب سے پہلے قرآن وسنّت کے علوم سے روشناس کرانے والے خاندان ولی اللّٰہی کے سربراہ وسرخیل حضرت امام شاہ ولی اللہ محدّث دہلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(از بدعاتِ شنیعۂ ما مردم اسراف است در ماتمہا چہلم وششماہی وفاتحہ وسالینہ وایں ہمہ رادر عربِ اوّل وجود نہ بود) (وصیّت نامہ)

ترجمہ: "چہلم، ششماہی، فاتحہ اور سالانہ عرس وغیرہ رسوماتِ ماتم میں فضول خرچیاں ہمارے لوگوں کی بدترین بدعات میں سے ہیں۔ قرونِ اولیٰ میں ان امور کا وجود تک نہ تھا۔"

④ شرح المنہاج میں بھی قُل، دسویں اور چہلم وغیرہ کو ممنوع اور بدعات قرار دیا گیا ہے۔ اور صاحبِ تفسیرِ حقّانی الشیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ علی المتقی قرآن خوانی کے متعلق لکھتے ہیں:

(اَلْاِجْتِمَاعُ لِلْقِرَاءَۃِ بِالْقُرْآنِ عَلَی الْمَیِّتِ بِالتَّخْصِیْصِ عَلَی الْمَقْبَرَۃِ

www.mohammedmunirqamar.com

اَوِالْمَسْجِدِ اَوِالْبَیْتِ بِدْعَۃٌ مَذْمُوْمَۃٌ لِاَنَّہٗ لَمْ یُنْقَلْ مِنَ الصَّحَابَۃِ شَیْئٌ)(رَدّ البدعات)

''بالخصوص میّت پر قرآن خوانی کے لیۓ قبر، مسجد یا گھر پر اجتماع کرنا مذموم بدعت ہے، کیونکہ اس کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کچھ منقول نہیں۔''

قُران خوانی:

قبر کے پاس بیٹھ کر قرآنِ کریم پڑھنا اور اسے ختم کرنا بھی بدعت ہے۔(242)

⑤ علاّمہ مجدالدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ صاحبُ القاموس المحیط لکھتے ہیں:

(عادت نبود کہ برائے میّت جمع شوند، قرآن خوانند و ختمات کنند نہ بر گور و نہ غیرِ آں مکان، و ایں بدعت است و مکروہ) (سفر السعادت)

ترجمہ: ''اسلاف میں میّت کے لیۓ قبر پر یا کسی بھی دوسری جگہ جمع ہو کر قرآن پڑھنے اور ختم کہنے کا کوئی رواج نہ تھا۔ یہ بدعت اور مکروہ ہے۔''

ایسے ہی ''اہلِ سنّت والجماعت'' کی دیگر کتابوں مثلاً صغیری، کبیری، عینی، شرح ہدایہ، مصفّٰی، خلاصہ، ردالمختار، ردّ البدعات علاّمہ آفندی اور جامع الروایات وغیرہ میں بھی ان رسومات کو بدعت و مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

فَھَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؟

مقابر پر بدعات:

جس طرح مرگ پر بہت سی بدعات ہمارا معمول ہیں، اسی طرح مقابر پر بھی انواع واقسام کا شرک اور لاتعداد بدعات زیرِ عمل ہیں۔ مثلاً قبر پر خیمہ نصب کرنا اور کسی (حافظ وقاری) کا اسمیں چالیس راتیں یا کم و بیش رہنا بھی بدعت ہے۔(243) قبروں پر کتبے لگانا

(242) سفر السعادہ، ص: ۵۷، المدخل ۱/۲۶۷-۲۶۶

(243) المدخل ۳/۲۷۲، جلاء القلوب، ص: ۸۳، احکام الجنائز، ص: ۲۵۷

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

بدعت ہے۔(244) تاریخیں لکھنا، قبروں پر مزار و مساجد بنانا یا میت کو مسجد میں دفن کرنا بدعت ہے۔(245) قبروں کو چونے، گارے، اینٹ، مٹی سے لیپنا، چراغاں کرنا، منّتیں ماننا، چڑھاوے پکانا، دور دراز سے قصد کر کے حاضری دینا، صاحبِ قبر کو وسیلہ بنانا، قبروں پر اعتکاف کرنا، ان کا طواف کرنا، سجدے کرنا، میلے و عُرس کرنا اور ان سے مشکل کشائی کی اپیلیں کرنا وغیرہ۔

تو آیئے ان امور کا بھی قرآن و سنّت، اسلافِ امت اور علماء کی تعلمات سے موازنہ کریں اور دیکھیں کہ ان کی کوئی شرعی حیثیت بھی یا یہ صرف سلطانی و پیری و ملّائی کے شاخسانے ہیں۔ کیونکہ بقول حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ۔ ع

لَقَدْ اَفْسَدَالدِّیْنَ مُلُوْکٌ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانٌ

''اصل دین کو بے علم بادشاہوں کی پُشت پناہی، پیروں کی ہوَسِ گدی نشینی اور ملاؤں کی حرص و ہویٰ نے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔''

قبروں پر میلے لگانے اور عُرس کرنے کے متعلق تو گزشتہ صفحات کی وضاحت پر ہی اکتفاء کرتے ہیں کہ ''عاقل را اشارہ کافی است'' اور دور دراز سے مزاروں پر آ کر صاحبِ مزار کو بظاہر ''وسیلہ'' ٹھہراتے ہوئے ان سے مشکل کُشائی اور رفعِ حاجات کی درخواست کرنا اور دوسری اقسام شرک کے بارے میں شیخ محمد بن سلیمان التمیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف الشبہات کے متن میں مدلّل بیان کر دیا ہے۔ لہٰذا اسے وہیں دیکھ لیا جائے۔

---

(244) المدخل ۲۷۲/۳، تلخیص المستدرک للذھبی، اغاثۃ اللھفان ۱۹۸/۱-۱۹۶، شرح الطریقۃ المحمدیۃ ۳۲۲/۴، الابداع، ص: ۹۵، احکام الجنائز و بدعہا، ص: ۲۰۱-۲۰۳

(245) اصلاح المساجد، ص: ۱۸۱، احکام الجنائز، ص: ۲۱۶، ۲۱۹، ۲۶۵، تفسیر سورۃ اخلاص لابن تیمیہ، ص: ۱۹۲، الرد علی البکری لہ، ص: ۲۳۳، لابداع، ص: ۹۹، مزید تفصیلات کے لئے دیکھیئے ہماری کتاب ''احکامِ مساجد'' اور ''قبروں والی مساجد میں نماز'' اور اردو ترجمہ ''کشف الشبہات''۔

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنے، اعتکاف کرنے، اُن کا طواف کرنے، اُن پر سجدے کرنے اور وہاں نمازیں پڑھنے کے متعلق حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ کی راویت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا))(246)

''قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی انکی طرف منہ کر کے وہاں نماز پڑھو۔''

قبروں پر مسجدیں بنانے اور چراغاں کرنے کے متعلق بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہ ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ))(247)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔''

قبروں پر کپڑے، پھولوں کی چادریں اور غلاف چڑھانے کے بارے میں ارشادِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَا مُرْنَااَنْ نَّكْسُوْا الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ))(صحیح مسلم)

''اللہ نے ہمیں پتھر اور مٹی کو لباس پہنانے کا حکم نہیں دیا۔''

معروف حنفی عالم قاضی ثناء اللہ پانی پتی طوافِ قبور، سالانہ عُرس اور دیگر بدعات کے متعلق لکھتے ہیں:

(لَا يَجُوْزُ مَا يَفْعَلُ الْجُهَّالُ بِقُبُوْرِ الْاَوْلِيَاءِ وَالشُّهَدَآءِ مِنَ السُّجُوْدِ وَالطَّوَافِ حَوْلَهَا وَاِتِّخَاذِ السُّرُجِ وَالْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا وَمِنَ الْاِجْتِمَاعِ بَعْدَ الْحَوْلِ كَالْاَعْيَادِ وَيُسَمُّوْنَهُ عُرْساً)(تفسیر مظہری)

(246) صحیح مسلم، کتاب الجنائز: ۹۷-۹۸ (247) ابوداؤد، ترمذی، نسائی

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

''اولیاء وشہداء کی قبروں پر جاہل لوگ جو سجدے،طواف اور چراغاں کرتے،ان پر مسجدیں بناتے،سالانہ میلے لگاتے اوران کوعُرس کا نام دیتے ہیں،یہ سب امور جائزنہیں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہماری اس محنت وخدمت کوشرفِ قبولیت سے نوازے۔ ہمیں اور ہمارے تمام مسلمان بھائی بہنوں کوصحیح احادیث سے ثابت،سنتِ رسول ﷺ کے مطابق نمازِ جنازہ ادا کرنے کی توفیق بخشے اوراسے قبول فرمائے۔اورمرگ ومقابرہی نہیں بلکہ تمام اوقات ومواقع سے متعلقہ بدعات وخرافات سے محفوظ رکھے۔آمین یارب العالمین

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَىٰ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۴ربیع الاول ۱۴۲۷	ابوعدنان محمدمنیرقمرنواب الدین
۲/اپریل ۲۰۰۶	ترجمان سپریم کورٹ،الخبر
	وداعیہ متعاون،مراکزدعوت وارشاد
	الدمام،الظہران،الخبر
	(سعودی عرب)

www.mohammedmunirqamar.com

مصادر ومراجع

نمبر شمار	اسم الکتاب	اسم المؤلف
۱	القرآن الکریم	
۲	إلابداع	شیخ علی محفوظ
۳	الآثار المرفوعه	ابی الحسنات لکھنوی
۴	احکام الجنائز وبدعها	علاّمہ البانی
۵	کتاب الاذکار	للنووی بتحقیق ارناؤوط
۶	إرواء الغلیل	علاّمہ البانی
۷	اصلاح المساجد	علاّمہ القاسمی
۸	اغاثة اللهفان	علاّمہ ابن قیم
۹	کتاب الأم	امام شافعیؒ
۱۰	امام الکلام	مولانا عبدالحیؒ لکھنوی
۱۱	بدایة المجتهد	علاّمہ ابن رشد
۱۲	بذل المجهود	مولانا خلیل احمد سہارنپوری
۱۳	بلوغ الأمانی شرح الفتح الربانی	علاّمہ أحمد البنّا
۱۴	بلوغ المرام مع سبل السلام	حافظ ابن حجر
۱۵	تحفة الاحوذی	علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوری
۱۶	التراتیب الإداریه	للکتانی
۱۷	التعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد	علاّمہ عبدالحیؒ
۱۸	تفسیر سورۂ اخلاص	ابن تیمیہ
۱۹	تفسیر ابن کثیر،اردو	امام ابن کثیر، مولانا محمد جوناگڑھی
۲۰	تلخیص الحبیر	علاّمہ ابن حجر عسقلانیؒ
۲۱	تلخیص المستدرک	علاّمہ ذھبی
۲۲	تلبیس إبلیس	علاّمہ ابن الجوزی

صحیح دینی معلومات کے لئے ’’توحید پبلیکیشنز‘‘ کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

www.mohammedmunirqamar.com

نمبر شمار	اسم الکتاب	اسم المؤلف
۲۳	تهذیب الأسماء	امام نوویؒ
۲۴	جاء الحق	مفتی احمد یار گجراتی
۲۵	کتاب الجنائز	علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوری
۲۶	جنازے کے مسائل (طبع ثانی)	مولانا فضل الرحمٰن، ایم۔اے
۲۷	التعلیق المغنی	علاّمہ شمس الحق عظیم آبادی
۲۸	الذّبّ أهمد عن مسند الامام أحمد	حافظ ابن حجر عسقلانیؒ
۲۹	الرد علیٰ البکری	امام ابن تیمیہ
۳۰	رد المحتار علیٰ الدرلمختارفتاوی شامی	علاّمہ شامی
۳۱	ریاض الصالحین امام نووی	تحقیق الارناؤوط
۳۲	سبل السلام	امیر صنعانی
۳۳	سفر السعاده	مجدالدین فیروزآبادی
۳۴	سلسلة الأحادیث الصحیحه	علاّمہ البانی
۳۵	سسن ابن ماجه	ابن ماجہ
۳۶	سنن ابوداؤد مع العون	ابوداؤد
۳۷	سنن ترمذی مع التحفه	ترمذی
۳۸	سنن دارقطنی مع التعلیق المغنی	دارقطنی وعظیم آبادی
۳۹	سنن کبریٰ	بیہقی
۴۰	سنن نسائی مع سیوطی وسندی	نسائی
۴۱	شرح السنه	امام بغوی
۴۲	شرح الطریقه المحمدیه	للحازمی
۴۳	شرح مسلم نووی	امام نووی
۴۴	شرح معانی الآثار	طحاوی
۴۵	صحیح بخاری مع الفتح	امام بخاری

صحیح دینی معلومات کے لئے ''**توحید پبلیکیشنز**'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

www.mohammedmunirqamar.com

نمبر شمار	اسم الکتاب	اسم المؤلف
۴۶	صحیح مسلم مع النووی	امام مسلم
۴۷	صحیح مسلم	تحقیق محمد فؤاد عبدالباقی
۴۸	صحیح ابن خذیمه	امام ابن خذیمہ بتحقیق الأعظمی
۴۹	صحیح الجامع الصغیر	علاّمہ البانی
۵۰	صحیح النسائی	علاّمہ البانی
۵۱	ضعیف الجامع الصغیر	علاّمہ البانی
۵۲	عمدة القاری	علاّمہ عینی
۵۳	عون المعبود	علاّمہ شمس الحق عظیم آبادی
۵۴	غنیۃ الطالبین (مترجم)	شیخ عبدالقادر جیلانی۔ راغب احسن
۵۵	فتاویٰ علماء حدیث	مولانا علی محمد سعیدی
۵۶	الفتاویٰ الکبریٰ	ابن تیمیہ
۵۷	الفتاویٰ هندیه	علماء احناف
۵۸	فتح الباری شرح بخاری لابن حجر	تحقیق ابن باز
۵۹	فتح القدیر شرح هدایه	ابن ہمام
۶۰	الفتح الربانی ترتیب مسنداحمد	علاّمہ احمد البنّا
۶۱	فقه السنه	سید سابق
۶۲	الفقه علیٰ المذاهب الأربعه	علاّمہ جزیری
۶۳	ضمیمہ کشف الشبہات	محمد منیر قمر
۶۴	اللآلی المصنوعی	للسیوطی
۶۵	مجموعه رسائل فی الصلوة	عبدالمالک علی الکلیب
۶۶	المجموع شرح المهذب	امام نووی
۶۷	المحلّٰی	ابن حزم، تحقیق احمد شاکر
۶۸	مختصر ابوداؤد	للخطابی

صحیح دینی معلومات کے لئے ''توحید پبلیکیشنز'' کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

نمبر شمار	اسم الکتاب	اسم المؤلف
۶۹	مختصر مسلم	للمنذری۔ تحقیق البانی
۷۰	المدخل	ابن الحاج
۷۱	مراسیل ابی داؤد	امام ابوداؤد
۷۲	المرقاۃ شرح مشکوٰۃ	ملّا علی قاری
۷۳	المرعاۃ شرح مشکوٰۃ	علّامہ عبداللہ رحمانی
۷۴	مسائل الامام احمد. امام ابوداؤد	تحقیق محمد رشید رضا
۷۵	مسند شافعی	امام شافعی
۷۶	مسند احمد	امام احمد بفہرس الالبانی
۷۷	مستدرک حاکم	امام حاکم
۷۸	مشکوٰۃ	تحقیق البانی
۷۹	مصنف ابن ابی شیبہ	زیرنگرانی: مولانا مختار احمد ندوی
۸۰	مصنف عبدالرزاق	بتحقیق مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی
۸۱	معارف الحدیث	مولانا نعمانی
۸۲	المغنی	ابن قدامہ
۸۳	المقنع	عبداللہ ابن قدامہ
۸۴	الموضوعات	ابن الجوزی
۸۵	مؤطا امام مالک مع تنویر الحوالک	امام مالک
۸۶	مؤطا امام محمد	امام محمد الشیبانی، تحقیق عبدالوہاب
۸۷	نتائج التقلید	مولانا محمد اشرف سندھو
۸۸	نخبة الفکر	حافظ ابن حجر عسقلانی
۸۹	نصب الرایة	علّامہ زیلعی
۹۰	نیل الاوطار	امام شوکانی

توحید پبلیکیشنز کا پیغام

امت مسلمہ کے نام

☆ مذہبی تعصب، مسلکی عناداور فرقہ واریت قوم کیلئے زہر ہیں، اِن سے بالاتر ہو کر خالص قرآن کریم اور سنّتِ صحیحہ کی بنیاد پر امت کے شرعی مسائل کا حل تلاش کریں۔

☆ قدیم علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے استفادہ کرتے ہوئے جدید فقہی مسائل میں اجتہاد کر کے فتاویٰ صادر کرنے والے دورِ حاضر کے علماء وفقہاء کی کوششوں کے نتائج سے فائدہ اٹھائیں۔

☆ دعوت و تبلیغِ دین میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کرنا تو مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے مگر حلال وحرام میں تو رواداری نہ برتیں اور قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر کے اسلامی روح کو تو نہ کمزور کر دیں۔

☆ جہالت و بے علمی کا دور گزر گیا۔ نورِ علم کے چراغ لے کر آگے بڑھیں، جہالت کو مٹائیں اور باطل کا بھرپور تعاقب کریں۔

☆ اگر آپ ایسا معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو "**توحید پبلیکیشنز**" کی مطبوعات کا مطالعہ فرمائیے اور اسکا تعاون کیجئیے، کیونکہ اسکی مطبوعات کو آپ اسی طرزِ فکر کی حامل اور انہیں صفات سے مزیّن پائیں گے۔

اِن شَآء اللہ

Mukhtasar Masail O Ahkaame

Namaaz-e-Janaza

URDU
22

توحید پبلیکیشنز بنگلور

Tawheed Publications

#43, S.R.K.Garden, Phone# 26650618
BANGALORE-560 041
Email: tawheed_pbs @ hotmail.com
KSA Contacts: M.R.Khan-0551312189, Shahid Sattar-0503815427